مکافاتِ عمل

یعنے

بُت پرست اور ظالم نیرو کے قدیم مسیحیوں پر ظلم و ستم کی
پُردرد داستان

مُصنفہ

(ڈاکٹر) مولوی حشمت اللہ صاحب (منشی فاضل)

جسے

نیشنل مشنری سوسائٹی آف انڈیا۔ پنجاب برانچ
لاہور نے شائع کیا

۱۹۲۶ء

2/-
قیمت

بار اول (۱۰۰۰)

ڈیڈیکیشن

میں اس ناچیز تصنیف کو بڑے ادب کے ساتھ اپنے مکرّم
ومعظّم اور فاضلِ اجلّ اُستادِ عالیجناب فضیلت نصاب کرم انتساب
ریورنڈ ایچ۔ ٹی۔ ویلٹی صاحب ایم۔ اے۔ ڈی۔ ڈی پرنسپل
تھیولاجیکل سیمنری سہارنپور کی

نذر

کرتا ہوں۔ اُن احساناتِ عظیم کے صلہ میں جو کہ اُنہوں نے علم الٰہی
کے سکھانے میں مجھ ہیچمدان مصنّف پر کئے ہیں۔ ع
گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف

راقم۔ خاکسار مصنف کتاب ہذا

گذارش

یہ ناول نیشنل مشنری سوسائٹی پنجاب کے ماہوار رسالہ "قاصد" میں مسلسل چھپتی رہی اور اس کی ۵۰۰ جلدیں بصرف کثیر علیحدہ بھی شائع کی گئیں۔ اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ اس کی کُل آمدنی قاصد ہی کے لئے وقف کیجائے۔

ملنے کا پتہ

ڈی۔ زیڈ۔ نجم الدّین

مینجر قاصد۔ پنجاب سول سیکرٹریٹ۔ لاہور

مکافاتِ عمل

دیباچہ

ہمارا یہ ناول ایک تاریخی ناول ہے۔ ناول اور تاریخ میں جو بدیہی فرق ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ سچا مؤرخ تاریخی واقعات کو بالکل راست بلاکم وکاست اور صحیح صحیح بیان کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ مگر ناول نویس اس قسم کی پابندی سے آزاد اور بری ہوتا ہے۔ مؤرخ کو اجازت نہیں کہ وہ تاریخ لکھتے وقت اُس میں اپنے خیالات ظاہر کرے مگر ناول نویس کو کھلی آزادی اور اجازت ہے۔ اگر وہ چاہے تو اپنے مشاہیر روایت کے خط وخال۔ سیرت وخصائل کی تصویر اپنے خیالات کے مطابق کھینچ سکتا ہے اور اس طریق سے جس طرح بھی چاہے اپنے ما فی الضمیر کو ناظرین کے ذہن نشین کرا سکتا ہے۔

ناول میں ایک خاص خوبی یہ ہونی چاہیئے کہ حتی المقدور اپنے ناول کے زمانہ کی پوری پوری تصویر کھینچ دے۔ اور عوام الناس کے اخلاق اُن کی طرزِ معاشرت اور سوسائٹی کی ہر قسم کی حالت اور بادشاہوں کے اخلاق اور اُن کی جہانبانی اور جہانداری کے اطوار اور مخصوص وقت کے مخصوص جذبات اور خیالات کے ظاہر کرنے میں ہرگز ہرگز کسی قسم کی بھی کوتاہی نہ کرے۔ گو یہ بات آسان نہیں۔ بلکہ بہت ہی مشکل ہے۔ تاہم جیسی مشکل ہے ویسی ہی ضروری بھی ہے

ہمارا ناول نیرو شہنشاہ روم کے عہدِ سلطنت کا صحیح صحیح مرقع ہے۔

جس کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ جب کالی گولا کے بعد ۴۱ء میں کلوڈیس سربرآرا ہُوا تو اُس نے زمام سلطنت اپنے ہاتھ میں لیتے ہی سلطنت کا انتظام بہترین طور سے کر دیا۔ اور اپنی جوانمردی سے برطانیہ کو فتح کیا اور اس کو روما کا ایک صوبہ بنا دیا۔ اُس کی کئی بیویاں تھیں تخت نشین ہونے سے پیشتر اُس نے میسیلینا نام ایک نوجوان لڑکی سے شادی کر لی تھی۔ وہ وفادار تو نہ تھی۔ لیکن تو بھی اپنی ظاہری محبت کی وجہ سے شہنشاہ کا دل ایسا موہ رکھا تھا کہ شہنشاہ کلوڈیس اُس کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنا ہُوا تھا وہ جو کچھ کہتی باور کرتا تھا۔ اور جس کو وہ چاہتی تھی بلاتحاشا قتل کرا دیتی تھی۔ اور عموماً آئے دن ذی مرتبہ اشخاص کے قتل کرانے کا بازار گرم رہتا تھا۔

محل میں شہنشاہ کلوڈیس کی ایک بیوہ بھتیجی اگرپینا نام تھی۔ وہ میسیلینا سے عمر میں تو بڑی لیکن بہ لحاظ حُسن وخوبصورتی قمر طلعت تھی۔ وہ اپنے بیٹے نیرو کو روما کے تخت پر متمکن دیکھنے کی آرزومند تھی اور اس نیت سے میسیلینا کی ہلاکت کے لئے انواع و اقسام کی تدابیر و تجاویز سوچنے لگی۔ ایک دفعہ جب کلوڈیس روما سے باہر گیا ہُوا تھا تو اس کو اطلاع دی کہ میسیلینا سینیٹ کے ایک اہلکار سے شادی کرنے کے لئے تُلی کھڑی ہے۔ اور اس شادی کے بعد سلطنت بھی اس کے نئے شوہر کی ہوگی۔ یہ افسوسناک خبر سُنتے ہی کلوڈیس کے ہوش باختہ ہوگئے۔ ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔ چہرہ پر ایک رنگ آتا اور ایک جاتا تھا۔ غرضکہ کلوڈیس غصے سے لال انگارہ ہو کر روما کو واپس آیا۔ لیکن میسیلینا کی شیریں کلامی اور شگفتہ محبت کو دیکھ کر اُس کا تمام غصہ فرو ہو گیا۔ جب سازش کنندگان نے

دیکھا کہ شکار ہاتھ سے نکلا جاتا ہے تو انہوں نے چند قاصدوں کو بھیجکر جبکہ وہ
نزہت گاہِ سرکاری میں اپنی والدہ کے ہمراہ سیر کر رہی تھی تہ تیغ بید ریغ کرادیا
اُس وقت اس کی عمر صرف ۳۲ سال کی تھی۔ اِس کے بعد اگرپنا نے ۴۹ء میں
اپنے چچا کلوڈیس کو بہت اُنارچڑھاؤ دیکر اُس سے شادی کرلی میسیلینا
اپنے بطن سے دو بچے چھوڑ گئی تھی۔ یعنی برطانیکس اور اوکٹیویہ۔ اگرپنا نے اوکٹیویہ
کے ساتھ نیرو کی منگنی کروا کے شہنشاہ سے وعدہ کرالیا کہ آپ کے بعد وارثِ
تخت و تاج نیرو ہی ہوگا۔ اس کے بعد اگرپنا نے اپنے مخالفوں کو چُن چُن کر قتل
کرایا اور ۵۳ء میں اُس نے اوکٹیویہ کے ساتھ نیرو کی شادی بھی کرادی۔ چونکہ
اُس کے سب دلی مقاصد پورے ہوچکے تھے اور صرف نیرو کا تخت نشین ہونا
باقی رہ گیا تھا۔ اس لئے ایک دن موقع پاکر اپنے ہی ہاتھ سے شہنشاہ کلوڈیس
کو زہر پلاکر ہمیشہ کی نیند سُلا دیا۔ اور ۵۴ء میں نیرو قریباً ۱۷ برس کی عمر میں
تخت نشین ہوا۔

ایک دن جب شاہی ضیافت ہو رہی تھی اور مہمانوں کی کثرت تھی تو اگرپنا
نے موقع کو غنیمت سمجھ کر شہزادہ برطانیکس کو ایک پیالہ پکڑا دیا۔ وہ چھوٹا
بچہ کیا جانتا تھا کہ اس میں کیا ہے۔ وہ پیتے ہی زمین پر گر پڑا اور ایڑیاں رگڑ
رگڑ کر سرد ہوگیا۔ مہمانوں نے جب اس کا سبب دریافت کیا تو نیرو نے یہ جواب
دیا کہ اس لڑکے کو عرصہ سے مرگی کی بیماری تھی۔ آج اثنائے دوران ہی میں
چل بسا۔ علاج معالجہ کی بھی نوبت نہیں آئی۔ لیکن نیرو نے ضیافت میں
داخل ہونے سے پیشتر ہی اُس معصوم بچہ کی قبر تیار کروا چھوڑی تھی۔ نیرو

شرارت کے لئے ضرب المثل ہے۔ اس کی سلطنت کے پہلے چار پانچ برس تک اہلِ روما خیال کرتے تھے کہ یہ ہنوز نوجوان ہے۔ جب سمجھ دار ہو جائیگا تو خود ہی راہِ راست پر آجائیگا۔ لیکن وہ جس قدر منازلِ عمر طے کرتا جاتا تھا اسی قدر شرارت میں بھی بڑھتا جاتا تھا۔ اُس نے تخت نشینی کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد پوپیا کے عشق میں مبتلا ہو کر اپنی ملکہ اوکٹیویہ کو طلاق دینا چاہا۔ اُس کی ماں اگرپینا نے مخالفت کی۔ نیرو نے اُس کا سر بھی گردن پر باقی نہ رکھا اور پوپیا سے شادی کر لینے کے بعد ہی ملکہ اوکٹیویہ کو بھی قتل کروا دیا۔ اور پوپیا بھی اُس کی ایک ہی ٹھوکر کا شکار ہو گئی +

نیرو نے بیگناہ اور بے ضرر مسیحیوں پر بھی اپنے ظلم کا ہاتھ دراز کیا اور اُن پر طرح طرح کے ظلم توڑے۔ روما کو خود ہی آگ لگوا کر خاکستر کا ڈھیر بنا دیا۔ تاکہ اپنے عہد کی یادگار میں نئے روم کی بنیاد ڈالے۔ لیکن جب عوام الناس پر یہ راز منکشف ہو گیا اور لوگ عام طور سے اُس پر نفرین کے آوازے کسنے لگے تو اُس نے اپنی ندامت کی گرد کو دھونے اور لوگوں کے سامنے سُرخرو ہونے کے لئے یہ چھینٹا مسیحیوں پر رکھ دیا۔ کہ یہ فعل مکروہ مسیحیوں ہی کا معلوم ہوتا ہے۔ پس اُسنے بے گناہ و بے تقصیر مسیحیوں کو سخت ترین بے رحمی سے قتل کروا دیا۔ بہتوں کو خونخوار درندوں سے پھڑوا دیا۔ سینکڑوں کو کتوں کے آگے ڈال دیا۔ صدہا کو دار پر کھنچوا دیا۔ ہزاروں کے بدن پر تیل اور رال کے کپڑے لپیٹ کر انہیں اپنے باغوں میں قطار در قطار چوبی ستونوں سے باندھ کر کھڑا کر دیا۔ اور رات کو تماش بینوں کو خوش کرنے کے لئے اُن میں آگ لگا دی۔ ان عجیب مشعلوں

کو دیکھ کر لوگوں کے دلوں میں نیرو کی طرف سے سخت نفرت پیدا ہوگئی۔ اسی ظالم شہنشاہ کے عہدِ حکومت میں مقدس پطرس اور پولوس رسولِ مقبول روما میں شہید کئے گئے لیکن ظاہر ہے کہ ظلم کا پودا کبھی پھولتا پھلتا نہیں۔ جب اہلِ روما نیرو کے سخت ترین ظلم و ستم سے بہت ہی تنگ اور عاجز آگئے تو اپنے لئے ایک نئے شہنشاہ کی تجویز کرنے لگے۔ جب لشکریوں نے عَلَمِ بغاوت بلند کر دیا تو نیرو اپنے شاہی محل سے فرار ہوگیا۔ اور ایک غلام کے گھر جا کر پناہ لی لیکن جلاد سپاہی اُس کو گرفتار کرنے کے لئے تعاقب میں تھے۔ جونہی نیرو کو خبر ہوئی کہ وہ آگئے تو جھٹ اُس نے اپنا خنجر نکال کر سینہ میں گھسیڑ لیا اور جان بحق تسلیم ہُوا۔

یہ سب واقعات بڑی تفصیل اور خوش اسلوبی کے ساتھ ناول کے پیرایہ میں دکھائے گئے ہیں حتی الوسع کسی قسم کے بیجا مبالغہ کو دخل نہیں دیا گیا۔ اور صحیح اور مستند تاریخوں سے ضروری حالات اخذ کر کے ناول کی طرز پر بیان کئے گئے ہیں۔ جو کہ آنکھوں کی راہ سے از کر سیدھے دل پر جا کھٹکنے والے ہیں۔

یقینِ واثق اور امیدِ کامل ہے کہ وہ حضرات جو تاریخی ناولوں کے پڑھنے کے از حد شائق ہیں۔ اس تاریخی ناول سے حظِ وافر اُٹھائینگے۔ اور مصنف کی عرقریزی اور دماغ سوزی کی داد دینگے۔ الٰہی تُو بھی حُسنِ قبول روزی کر۔ آمین۔

ڈاکٹر مولوی حشمت اللہ حشمت ایچ۔ بی۔ ایل۔ ایل زنشی فاضل اینڈ ایل۔ بی۔ ایم ہیڈ مولوی یونیٹنگ کرسچن ہائی سکول لودیانہ

مصنف

باب اوّل

جشنِ شادی

شہزادی اوکٹیویا شہنشاہ کلوڈیس اور ملکہ میسیلینا کی چشم و چراغ تھی جسکی پرورش بڑے ناز و نعمت سے کی گئی تھی۔ ابھی اُٹھتی جوانی کا زمانہ تھا کہ شہر کے شوریدہ سروں اور تفتہ جگروں کے لئے اُس کا وجود ایک انار صد بیمار کا مصداق تھا پھر اس سے آگے بڑھ کر اوکٹیویا کا عنفوانِ شباب ایک عذاب تھا کہ جس نے گھر کے گھر خراب کر دیئے۔ اُسکی گدرائی ہوئی جوانی ایک غضب تھا جس نے سرزمینِ روم پر ایک آفت ڈھا دی۔ اوکٹیویا کا جوان ہونا ایک اعلان تھا جس نے حُسنِ گلوسوز کی ہر دکان پھیکی کر دی تھی اور مجسّم حُسن اُس کے آگے پانی بھرتا تھا۔ اُس کے سُرخ و سپید چہرہ پر صبح و شام کا وہ یکجائی منظر تھا۔ کہ جس نے ہزاروں دل چُور کر دیئے۔ مسل ڈالے۔ روند دیئے۔ ٹھکرا دیئے۔ اور جگر چھلنی کر دیئے صبح اور شام کے وقت جب اُسکی سواری بڑے ٹھاٹھ اور کرّوفر سے نکلنے کو ہوتی تو لوگ گھنٹوں پہلے دورویہ سڑک پر کھڑے ہو جاتے۔ کھوے سے کھوا چھلتا۔ آدمی پر آدمی گرتا۔ اور بے شمار عاشقانِ صادق الاعتقاد کی چشمہائے نظارہ کا نرگسین فرش سرِراہ بچھ جاتا۔ غرضیکہ اس طرح یہ گروہ قدرت کی اس موہنی تصویر کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کرتا جس کے سامنے قمرِ چہار دہم بھی خجل تھا۔ وہ مونچھوں پر تاؤ دیتے آتے اور کلیجے پر ہاتھ مارتے چلے جاتے تھے۔

شبِ ماہ میں جس وقت وہ اپنے محل کو چھوڑ کر چاندنی کو کچلتی اور چاند کی مشتاق نظروں کو خیرہ کرتی تو درخت اُس کے سایہ کو بوسہ دیتے۔ ہوا رُخِ نازک

کی بلائیں لیتی۔ سبزہ اس کے قدموں میں لوٹتا۔ اور پھول اس کے استقبال کو جھومتے وہ اس تمام منظر پر ایک نظر ڈالتی ہوئی ادھر سے اُدھر رق وش نکلجاتی۔ ایک بجلی تھی کہ چمک جاتی۔ ایک چاند تھا کہ جھلک جاتا۔ ایک پھول تھا کہ مہک جاتا۔ آنکھیں بند ہو جاتیں۔ دل تڑپ تڑپ اٹھتے۔ قیامت تھی وہ رفتار۔ جادو تھا وہ نکھڑا۔ اور آفت تھی وہ صورت کہ ہر زبان خاموش اور ہر دل مضطرب ہو جاتا۔

رفتہ رفتہ اُس کے حُسن کا شہرہ یہاں تک ہُوا کہ مشتاقانِ حُسنِ گلوسوز دُور دُور سے حُسن کی اس شمع پر مثل پروانہ بازئ جاں بار دینے کو آتے تھے۔

اُس کی ماں اپنی پیاری بچّی کے حُسنِ روز افزوں سے ہر وقت خائف اور ہر لمحہ پریشان رہتی تھی۔ ڈرتی تھی۔ اور سوچتی تھی کہ دیکھئے یہ بجلی کہاں گرتی ہے۔ اور اس کے شعلے کیا رنگ لاتے ہیں۔ یہ لڑکی میرے کلیجہ کا ٹکڑا ہو یا آنکھوں کا تارا۔ مگر یہ شرارہ خالی جانے والا نہیں۔ واقعی اس لڑکی کا اُٹھان نہ صرف اُسکی ماں کو بلکہ باپ کو بھی اُس طوفان کی خبر دے رہا تھا جو سرزمینِ روما میں بپا ہونے کو تھا۔

ماں کی عمدہ تربیت اور نیک عورتوں کی صحبت سے اس کی طبیعت امورِ مملکت کی طرف بچپن ہی سے مائل تھی۔ رعیت کی دلجوئی اور دلداری میں مصروف رہتی تھی۔ اُس کے حُسن کا سکّہ دُور دُور بیٹھ چکا تھا۔ یہ واقعہ ہے کہ اوکٹیویا تمام روم بھر کی جان تھی ایسی حسین لڑکی اس سے پہلے یا اس کے بعد سرزمینِ روم میں دوسری پیدا نہ ہوئی اس کی صورت دیکھ کر قدرت کی صنعت کاری کے آگے سر جھکا دینا پڑتا ہے۔ روم ہی پر کیا منحصر ہے۔ دُور دُور سے لوگ روم کے اس پھول کی زیارت کو آتے جس نے تمام سرزمینِ روم کو مہکا رکھا تھا۔ بلا شبہ اوکٹیویا حُسن کی ایک گھڑی

تھی ۔ نور کا ایک دریا تھا ۔ ملاحت کا ایک پہاڑ تھا ۔ یا قدرت کا ایک قمقمہ تھا ۔

ایسی نوجوان اور بے مثل حسین لڑکی جس کے حبالۂ نکاح میں آتی وہ دنیا میں اپنے آپ کو سب سے بڑھ کر خوش قسمت سمجھتا لیکن ملکہ اگر پتا کی حکمت اور چالاکی اور چیل سے یہ حسن کی دیوی اُس کے بیٹے نیرد کے ساتھ منسوب کر دی گئی ۔ اور منگنی کے تھوڑے عرصہ بعد ہی جشنِ شادی کی تیاریاں بڑی دھوم دھام سے ہونے لگیں دنیا پر ۵۳ء کا عمل دخل ہے ۔ قصرِ شاہی دُلہن کی طرح آراستہ و پیراستہ کیا جا رہا ہے ۔ در و دیوار کے بیش بہا جواہرات آفتاب کی روشنی میں قمقموں اور شمع کی طرح جگمگا رہے ہیں ۔ سونے چاندی کے شامیانے چاروں طرف نصب ہیں ۔ مخمل کا فرش دُور تک پھیلا ہُوا ہے ۔ انواع و اقسام کے شاداب پودے ۔ رنگ برنگ کے خوشنما پھول ہوا میں جھُوم رہے ہیں ۔ قصرِ شاہی کا کوئی حصہ اور کونا ایسا نہیں جو پھولوں سے آراستہ نہ ہو ۔ فرش پھولوں کا ۔ شامیانے پھولوں کے ۔ زمین پھولوں کی ۔ آسمان پھولوں کا ۔ جدھر نظر اُٹھتی پھولوں کے سوا کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی ۔ پھولوں کی بدولت ہوا مہکی پھرتی ہے ۔ خوشبو کے پہاڑ ہیں کہ کوسوں تک سرشتے کو مہکا رکھا ہے ۔

شامیانۂ خاص میں ایک تختِ زمردین دھرا ہے ۔ جس پر شہزادہ نیرد متمکن ہے اور عین اُس کے برابر ایک دوسرا مُرصّع تخت ہے ۔ جو کہ خالی پڑا ہے ۔ جس کے چوگرد نفیس کُرسیوں کی قطار ہے مسلح فوج محل کے آگے کھڑی ہے ۔ اُمرا اور وزرا اور ارا کینِ سلطنت اور اعیانِ دولت زرق برق لباسوں میں داخل ہو رہے ہیں ۔ مگر باوجود اس رونق ۔ اس چہل پہل اور اس گھما گھمی کے

خیمہ خاص میں ایک قسم کی خاموشی طاری ہے۔ کل حاضرین اُس وقت کے منتظر ہیں کہ جب آنکھیں اُس نور سے روشن ہوں کہ جس نے روم بھر کو بقعۂ نور بنا رکھا ہے۔

دفعتاً اکرکے شہزادی اوکٹیویا کی آمد کا غلغلہ بلند ہوا۔ رومی شاہی باجوں کی سُریلی صدائیں شروع ہوئیں اور مجسمۂ حسن اوکٹیویا شامیانے میں داخل ہوئی۔ شہزادی اس وقت گلابی لباس میں تھی۔ اُنگلی میں ایک انگشتری تھی۔ جس میں ایک بیش قیمت ہیرا ستاروں پر آنکھ مار رہا تھا۔ کانوں میں لعل اور یاقوت کے آویزے تھے اور گلے میں الماس و زمرد کا ہار۔ آنکھیں نشۂ شباب میں چُور تھیں۔ اور ہر نگاہ جدھر پڑتی بجلی کا کام کرتی تھی۔ سُرخ و سپید رخساروں پر حریر کی ایک ہلکی سی نقاب تھی اور اُس ظالم نے شعلۂ حُسن کو اور بھی بھڑکا دیا تھا۔ لب نازک گلاب کی دو پتیاں یا دیبا کی ایک تہ تھی جو قدرت نے اس چاند سے چہرے پر کھلا یا بچھا دی تھی۔ نیرو کی مشتاق نظریں صورت دیکھتے ہی کلیجہ پکڑ کے رہ گئیں۔ شہزادی مستانہ چال سے جھومتی جھامتی آگے بڑھی۔ زمین اُس کے پاؤں کو اور ہوا اُس کی کاکل پیچاں کو بوسے دے رہی تھی۔ تختِ مرصع نے قدم آنکھوں سے لگائے۔ نگاہِ نیرو اُس کے رُخ روشن پر سو جان سے قربان ہوئی۔ ایک آگ تھی جو بھڑک رہی تھی۔ ایک قیامت تھی جو بپا تھی۔ ایک جادو تھا جو چل رہا تھا۔ یہ مکمل حُسن جس نے اوکٹیویا کی انسانی صورت اختیار کی تھی۔ اپنے اثرات سے آشنا نہ تھا۔ گلابی اور رسیلی آنکھیں نازِ حکومت یا تکبر یا غرورِ حُسن کی وجہ سے نہیں بلکہ تقاضائے نسوانیت سے نیچی تھیں۔ حیا ان آنکھوں کا زیور تھی۔ فوج نے سلامی دی۔ اُمرا نے نذریں۔ نیرو نے دادِ حُسن

اور رعیت نے دعائے اقبال۔

اب پھر سناٹا ہو گیا۔ ہر آنکھ خاموش اور نیچی۔ ہر نظر ساکت۔ ہر لب بند شہزادہ نیرو اپنے ملکی اور مذہبی رسوم کے مطابق اس حُسن کی دیوی کو حبالۂ نکاح میں لایا اور اعلان کیا کہ آج سے شہزادی اوکٹیویہ شہزادہ نیرو کی زوجۂ حقیقی ہے۔

اس اعلان کے ہوتے ہی خوشی کے نعروں سے شامیانے اور قصرِ شاہی کے در و دیوار گونج اُٹھے۔ روم کے باشندگان انعام و اکرام سے نہال کر دیئے گئے۔ اُس وقت ملکہ اوکٹیویہ کی نگاہ اونچی تھی اور نشۂ محبت کی متوالی آنکھوں میں مئے ناب کے قطرے جھلک رہے تھے۔

الغرض روم کا کونا کونا اس شادی کی خوشی میں مُنہ سے بول رہا تھا۔ فرحت و انبساط کی جھڑیاں لگ رہی تھیں۔ بے فکری کا مینہ برس رہا تھا اور شادمانی در و دیوار سے ٹپک رہی تھی۔ زُلفِ شب کمر تک پہنچنے ہی پائی تھی کہ مہمان شاہی مبارکباد کہتے ہوئے رخصت ہو گئے۔

ملکہ اوکٹیویہ عروسی لباس سے مُزیّن محل شاہی میں بیٹھی ہے۔ سر سے پاؤں تک جواہرات میں غرق۔ حُسن کو چار چاند لگا دینے والے زیورات سے لدی۔ پھولوں میں بسی۔ دیبا سے آراستہ۔ حریر سے پیراستہ۔ ایک دریائے نُور ہے جو کہ اُس کی ہستی سے اُبل رہا ہے۔

نیرو دیوانہ وار جھوم جھوم کر اُس کی پاکیزہ صورت پہ نثاریاں ہو رہا ہے۔ کبھی اُس کے قدموں سے آنکھیں ملتا ہے۔ کبھی اُس کے پاؤں کو سجدے کرتا ہے۔ مثلِ پلنگ قمر چہار وہم رنثار ہوتا ہوا قریب پہنچا اور کہا:۔

نیرو ۔ مجھ سے زیادہ خوش نصیب دنیا میں کون ہوگا۔ کہ اس دولت وحکومت اور جہانبانی کے ساتھ تجھ سی موہنی صورت سے میرا محل ۔ میری زندگی ۔ میرا دل ۔ میری عمر جگمگا اُٹھی ہے ۔

اوکٹیویہ ۔ میں خود نہایت ہی خوش نصیب ہوں ۔ بلکہ تم سے زیادہ کہ ہر قسم کے آنے والے جھگڑوں رگڑوں سے محفوظ ہو کر اطمینان سے آپ کے سایۂ عاطفت میں آ بیٹھی ہوں ۔

نیرو نے اب بھی تمکنت شاہی سے کام لینا چاہا ۔ مگر جو آگ ایک عرصہ سے اندر ہی سُلگ رہی تھی بھڑک اُٹھی ۔ شعلوں کی حرارت آنکھ میں نمودار ہوئی اور اذیتِ فراق جس نے جگر چھلنی کر رکھا تھا ۔ جلوۂ دیدار میں حسرت بنکر ہونٹوں پر کھیلی اور ایک عجیب مُسکراہٹ کے لباس میں سامنے آئی ۔ ایک ٹھنڈا اُمنگ بھرا سانس لیا ۔ اور دونوں ہاتھ اوکٹیویہ کی صراحی دار گردن میں حمائل کر دیئے ۔

باب دوم

مصاحبت

شام کا سُہانا سماں تھا ۔ موجوداتِ ارضی پر یاقوت ناسُفتہ کی دلفریب شہابی رنگت چھائی ہوئی تھی ۔ طیور اپنی دلکش اور زمزمہ زا آوازوں میں ایک دوسرے کو رخصتی سلام کرتے ہوئے اپنے اپنے آشیانے کو جا رہے تھے ۔ فضائے بسیط میں خاموشی پیدا ہوتی جاتی تھی ۔ نیلگوں آسمان پر کوئی کوئی روشن ستارہ مسکرانے لگا تھا ۔ آفتاب کی آخری زرد شعاعیں اُفقِ مغرب سے اپنے دستِ شوق کو

بڑھا بڑھا کر سمندر کی لہروں کے ساتھ اٹھکھیلیاں کر رہی تھیں۔ اور سمندر کی موجیں زمزمہ پردازی میں مصروف و مشغول تھیں۔ ہر گوشہ آب ایک دوسرے کو آغوشِ تمنا میں لینے کے لئے بے چینی کے ساتھ آگے بڑھتی اور دوسری لہر سے گلے ملتے ہی فنا ہو جاتی تھی۔ اب یوسفِ زریں نقاب قصرِ مغرب میں تشریف لے جا چکا ہے۔ ہلکی ہلکی تاریکی اہلِ دنیا کی پردہ پوشی پر آمادہ ہو رہی ہے۔ ابھی ۹ نہیں بجے۔ قصرِ شاہی انیٹم کی بالائی منزل کے ایک خوبصورت اور آراستہ پیراستہ کمرہ میں ایک گول اور نہایت ہی خوبصورت میز بچھی ہوئی ہے اور اُس کے گرد تین آدمی بیٹھے ہوئے ہیں۔ جن میں سے ایک نہایت ہی حسین جوان عورت ہے۔ جسکی عمر اس وقت ۳۰ سال سے کم نہ ہوگی۔

میز پر بطِ سرخاب نرا ئے۔ گلاس اور یاقوت نوش اور بوتلیں رکھی ہوئی ہیں۔ دورِ یاقوت رواں چل رہا ہے۔ کمرہ نہایت ہی پُر تکلف اور نہایت بیش قیمت ساز و سامان سے مزین ہے۔ حتیٰ کہ اُس کی ہر ایک چیز شاہانہ ہے اگرچہ تینوں اشخاص کا لباس امیرانہ ہے تاہم ان میں سے ایک کا لباس زیادہ شاندار بلکہ در اصل شاہانہ ہے۔ سر پر ایک تاج نما ٹوپی پہنے ہوئے ہے اُس کا نام نیرو ہے۔ اور یہ اب سے چند سال پیشتر سریر آرائے سلطنت و زیب دہ اورنگِ سلطنتِ رُوم ہُوا ہے۔

شاہ نیرو جس وضع میں اُس وقت بیٹھا ہوا تھا۔ اُس سے اُس کی شان و شوکت اور جاہ و تجمّل، سطوت و تمکنت خاص انداز کے ساتھ جلوہ نما تھی اس کی قطع وضع میں خاص نقص اسکی غیر معمولی سُبکی تھی۔ جسکی وجہ یہ تھی کہ

وہ اوائلِ عمر و سنِ صبی ہی سے لذیذ کھانوں کا بڑا شائق اور مشتاق بلکہ حریص
تھا۔ اگرچہ اُس کا جسم نہایت بیڈول اور بد وضع ہو گیا تھا اور خصوصاً اُس
کے جسم کے زیریں حصہ کی لاغری کے سبب اور بھی بدنما اور کریہہ المنظر معلوم ہوتا
تھا۔ مگر اُس وقت کی خاص نشست سے وہ عیب نظروں سے اوجھل ہو رہا
تھا۔ اُس کے چہرے کی خوبصورتی شاہانہ تجمّل و جلال کے شایاں تھی۔ اُس کے
چہرے کے خط و خال اور نقش و نگار موزوں اور مرغوب تھے۔ مگر اُن میں وہ
آب و تاب اور ملاحت نہ تھی جو انسان کے حُسن و خوبی کو دلکش بنا دیتی ہے۔ اُس کا
رنگ جو در اصل سُرخ و سپید تھا۔ کثرتِ مے نوشی اور انواع و اقسام کی بدعتدالیوں
کی وجہ سے لعلیں اور مثلِ گُلنار سُرخ ہو گیا تھا۔ اُس کے چہرہ پر کہیں کہیں ایسے
دھبے بھی تھے جو بہت جلد بڑھ کر اُس کے حُسنِ گندم گوں پر بدصورتی کا داغ لگا
دیتے تھے اور چہرہ مشتبہ نظر آتا تھا۔ اُس کی بڑی بڑی گول اور نیم باز آنکھیں
جو زمانہ طفولیت میں نہایت شفاف اور نورانی تھیں اب کسی قدر بے آب اور
تاریک ہو گئی تھیں اور حدقہ میں گھُسی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔ اُس کے بالوں
کا رنگ زعفرانی تھا جو اہلِ اطالیہ کو خصوصیت کے ساتھ مرغوب ہے۔ نیرو کو اپنی
مرغولہ اور پُرخم زلفوں پر اس قدر ناز تھا اور ان پر اس قدر اتراتا تھا کہ وہ
اُنہیں گوندھ کر چوٹی بنا لیا کرتا تھا۔ جسے اولڈ فیشن کے اشخاص بنظرِ حقارت
دیکھتے تھے۔ اُس کی شکل و شباہت اگرچہ کسی قدر شاندار تھی۔ مگر پھر بھی نفرت
انگیز اور منحوس معلوم ہوتی تھی۔ اُس کے رخسار سے پھوڑے ہوئے۔ پیشانی پر
چین و شکن۔ نگاہ تیز۔ مژہ سہامِ خار انشگاف۔ ابرو کشیدہ۔ زنخداں چیلی ہونٹ

پتلے اور باریک۔ ناک مثل بینی سگ۔ گردن بہت ہی بد وضع اور بھدی اور حد سے زیادہ سِطبر۔ علم قیافہ کی رُو سے ہم نیرو کو ہرگز ہرگز رحمدل اور نیک طبینت نہیں کہہ سکتے۔ فی الحقیقت وہ زرقروش تھا۔

ٹیگیلینوس

دوسرا شخص نیرو کا ہم مشرب۔ ہم نوالہ و پیالہ اور مخلص دوست ٹیگیلینوس ہے۔ جو حال ہی میں شاہ نیرو کے حکم سے رُوم کی امپیریل کونسل کا صدر اعظم بنایا گیا ہے اور یہ سلطنت کے کل کاروبار اور نظم ونسق اور حل وعقد میں دخیل ہے اور نیرو کی ظالمانہ طبیعت پر پوری قدرت رکھتا ہے اور اس کے تنکی اور متلون مزاج کا پورا پورا نبض شناس ہے۔

ٹیگیلینوس ایک مغیر۔ گمنام خاندان میں پیدا ہوا اور انواع واقسام کے فند وفریب سے اس اعلیٰ و معلیٰ اور قابل رشک رتبہ پر پہنچ گیا۔ اس وقت اس کی عمر پچاس برس کے لگ بھگ تھی۔ نیرو سخت نابکار فظ و غلیظ شخص تھا ہی۔ مگر یہ شخص اپنے تمام تجربات۔ فطنت وفطانت کو خاص اسی غرض کیلئے استعمال کرتا تھا۔ کہ جہاں تک ہو سکے اُسے اور بھی بدتر بنائے ٹیگیلینوس بڑا کینہ دوز اور بلندی گرائے شخص تھا۔ نیرو کے مزاج۔ عادات وخصائل پر لوگ طرح طرح کی پھبتیاں جانتے تھے۔ مگر وہ اس بات کی ذرا بھی پروا نہ کرتا تھا اور نہ کبھی خاطر میں لاتا تھا۔ مگر جو شخص ٹیگیلینوس کے حق میں کبھی بھولے سے بھی کوئی بات کہہ دیتا تھا تو اُس کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑتا تھا۔ بالجملہ ٹیگیلینوس حد درجہ کا عیار۔ عیاش۔ حیلہ باز۔ مکار۔ فریبی۔ فطرتی۔ بہائم خصلت۔ شیطان سیرت شخص تھا۔ وہ تمام اخلاق ذمیمہ ورذیلہ وردّیہ

اور کا معجون مرکب تھا۔ روم کی سیاہ بختی سے اس وقت وہ شاہِ نیرو کی ناک کا بال بنا ہوا تھا۔ معاملاتِ ملکی کے علاوہ بادشاہ کے خانگی معاملات میں بھی حصہ لیا کرتا تھا اور شاہِ نیرو کو اس پر اعتمادِ کلی تھا۔

تیسری ایک عورت ہے جس کا نام **پوپیا** ہے۔ یہ عورت کسی اعلیٰ خاندان کی چشم و چراغ نہیں۔ بلکہ ایک معمولی میانہ درجہ کے خاندان کی عورت ہے۔ مگر بڑی پرفطرت۔ حسن صباح کی خالہ زمانہ ساز اور طرحدار ہے۔ زمانے کا اتفاق کہو یا بخت وجہ یہ کہ اس عورت کے حسنِ گلوسوز کا شہرہ قرب وجوار کے شہروں سے گزر کر دور دور کے دیار و امصار میں پہنچ چکا تھا۔ چونکہ اس زمانہ کی ہوائے تہذیب سخت متعفن تھی اور اخلاقِ انسانی کے لئے سمِ قاتل کا اثر رکھتی تھی۔ اس لئے ہر کس و ناکس۔ کہہ و مہ اس قمر طلعت۔ خورشید وش کا خواستگار اور متمنی تھا۔ یاوریِ بخت سے شاہی گارڈ کے ایک معزز و نامور سردار سے اس کا عقد ہو گیا ابھی یہ عیش اور عشرت کی گھڑیاں درازیِ ایام کی منتظر تھیں کہ حسدِ رقابت کے سبب دشمنوں نے سردار مذکور کی آتشِ جان کو آبِ شمشیر سے بجھا دیا اور پوپیا کو سوگ کا لباس پہننا پڑا۔ جب ماتمی ایام منقضی ہو گئے تو ایک قانسل سے آنکھ لڑ گئی۔ اور وہ اس کو اپنے حبالۂ نکاح میں لے آیا۔ جو کہ قبل ازیں ایک بڑے صوبے کا حاکم تھا اور پھر بتدریج ترقی کرتا ہوا چند دنوں کے لئے قیصر بھی ہو گیا تھا۔ عین اس وقت جبکہ عشق و محبت کی دیوی میاں بیوی پر مسرت او عیش کے پھول برسا رہی تھی۔ خاوند کا سایہ سر پر سے اٹھ گیا۔ اور پوپیا کو دوبارہ بیوگی کے منحوس دن دیکھنے نصیب ہوئے۔ اب یہی پوپیا ملبوساتِ

گراں بہا سے آراستہ و پیراستہ اور حلیہ ثمین سے منجلی ہو کر بڑے نازو ادا اور ٹھسّے سے نیرد کے خسکوئے دولت پر ایک خاص غرض و مقصد کے لئے آئی ہوئی ہے ۔ یہ نیرو سے عمر میں بڑی ہے ۔ مگر ابھی تک اس کے ایک ہی نگاہ میں بڑے سے بڑے شجاع اور دل پر قابو رکھنے والوں کو فریفتہ و مفتون کر لینے والے حسن و جمال میں کسی قسم کی بھی کمی نہ ہوئی تھی ۔ اب بھی وہی اٹھتی جوانی کی آب و تاب تھی ۔ اس کا ایک سبب یہ تھا کہ وہ اپنے بے مثل حُسن کے قائم رکھنے کے لئے ۵۰۰ گدھیوں کے دودھ سے غسل کیا کرتی تھی ۔ اور دوسرا سبب یہ تھا کہ اُس کی شکل صورت سے ایک عجیب قسم کا بھولا پن برستا تھا اور مخمور و مست آنکھوں سے حیا ٹپکتی تھی ۔ جیسے قدرت کا ایک کرشمہ سمجھنا چاہئے ۔ اس وقت اُسکی صورت نہایت بھولی بھالی ۔ دلفریب ایک ہی نگاہ میں موہ لینے والی بنی ہوئی تھی اور اُس کی زلفیں اُس کی صاف و شفاف کشادہ پیشانی پر خم کھاتی ہوئی لہرا رہی تھیں ۔ اور اُس کے نازک اور سحر ابدار متبسم لب جو اپنی قدرتی سُرخی سے لعل بدخشاں کو مات کر رہے تھے اُس کے دُرِ دندان کو اعلیٰ درجہ کی زیبائی بخش رہے تھے ۔ گویا یاقوتِ سُرخ کی ڈبیا میں گوہرِ آبدار تھے ۔ اور اس کے سرخ و سپید عذاروں پر اُس کی بڑی بڑی چنچل اور روشن مگر سُرمئی اور کٹوری آنکھیں ایسی پیاری اور دل کو لبھانے والی اور موہنی معلوم ہوتی تھیں ۔ کہ جنکو دیکھ کر دیکھنے والے کے دل میں خود بخود یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ فرشتہ حسن و جمال اور خوبی و رعنائی یقیناً ملاء اعلیٰ اور نفوسِ قدسیہ کے خصائل و شمائل اور صفات ملکی سے متصف ہو گا ۔ مگر نہیں ۔ دراصل یہ عورت بڑی فحشہ ۔ نابکار ۔ ناہنجار ۔ فرشتوں کے

لباس میں شیطان۔ بھیڑوں کے بھیس میں بھیڑیا۔ اور بد طینت اور سیاہ دل تھی
دھوکا۔ فریب۔ مکاری۔ ضد۔ ظلم۔ خود غرضی۔ بدی۔ گناہ اُس کی گھٹی میں پڑے
ہوئے تھے۔ اور اپنی تمام شرارتوں میں ہمیشہ اپنے ذاتی نفع اور مفاد کو مدِ نظر رکھتی
تھی۔ جب اُسے معلوم ہوا کہ شہنشاہ نیرو مجھ پر دل باختہ اور بے طرح مفتوں و شیدا
ہے تو اُس کے دل میں اُمنگ پیدا ہوئی۔ کہ جس طرح سے بھی ممکن ہو۔ نیرو کے چوٹ
کھائے ہوئے دل کو اپنی مٹھی میں لیکر ایک دن ملکۂ روم بنجاؤں۔ آج وہ اسی سبب
سے بال بال پچ موتی پرو کر اور بن ٹھن کر قصرِ نیرو میں آئی ہوئی ہے۔

یہ بات فی الحقیقت صحیح ہے کہ ادھر تو چند اغراض و مقاصد پوپیا کے دل میں پنہاں
تھے اور اُدھر نیرو کے دل اور آنکھوں میں پوپیا اپنے حُسن خداداد کی وجہ سے بسی ہوئی
تھی۔ حُسن جہاں کہیں ہو قابلِ قدر ہوتا ہے۔ محبت ایک انسانی جذبہ ہے۔ مثبت
اور منفی بجلیاں ایک دوسرے کے قریب ہونے کی متقاضی ہیں۔ عیاشی اور
اوباشی رومیوں کے اصنام پرست مذہب کا جزو لاینفک تھی۔ اُن کا مذہب
ہی عیاشی اور عیش پرستی تھا۔ پھر ہم کون ہیں کہ نیرو کو خواہ مخواہ ہدفِ تیرِ ملامت کریں

جب لعلِ مُذاب کے پے در پے چند دَور ختم ہو چکے۔ تو نیرو نے بڑی بے صبری
سے مہرِ سکوت کو توڑا اور پوپیا سے مخاطب ہو کر یوں گویا ہوا :-

نیرو۔ آہ پوپیا! تم میرے دل کی سچی محبت کی قدر نہیں کرتیں۔ آخر مجھے اس طرح
کب تک ستائے جاؤ گی؟ آہ کیا میرے زخمِ جگر پر مرہم نہیں لگاؤ گی؟ (ایک
گلاس شراب کا پی کر) اچھا لو۔ اب تم مجھے قتل کر کے میرا قصہ ہی پاک کر دو
(شمشیر آبدار اُٹھا کر اُس کے آگے رکھ دیتا ہے)

ناموس اور عصمت کی حفاظت آخری دم تک کرونگی - ہاں دنیا میں کوئی طاقت ایسی نہیں جو میری آبروریزی کرسکے۔

پوپیا کے یہ کلمات سنکر بادشاہ نیرو اور اس کا دوست ٹیگیلینوس دونوں در حیرت کے پتلے بنگئے۔ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ بالکل سناٹے میں آگئے۔ دونوں کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔ ایک برق تھا طمت تھی جو اُن کے منصوبوں پر پڑی اور بھسم کر گئی۔ آخرکار نیرو نے دل پر جبر کر کے کہا:-

نیرو - کیا تم مجھے اپنا شوہر بنانے کے قابل نہیں سمجھتی ہو؟ اگر تم میری ملکہ بننا قبول کرو۔ تو میری تمام تمناؤں سے زیادہ عزیز یہی تمنا ہو گی کہ میں تمہیں خوش رکھ سکوں۔ مجھے تمنا ہے کہ کشمکشِ حیات کے صبر آزما لمحوں میں جب میری روح و قلب میں ہیجان اور اضطراب ہو۔ تو کوئی مجھے تسکین دے۔ یہ تسکین ہمدم و دمساز ملکہ کے سوا اور کسی سے بھی مل نہیں سکتی۔ پوپیا! مجھے تم سے دلی محبت ہے میں اپنا نقدِ دل تم پر نثار کرچکا ہوں۔ کیا تم اس دعوئے محبت پر اعتبار کرو گی۔ جو ایک ناموز تاجدار تم سے اس وقت کر رہا ہے؟ اور تم پر بے حد گرویدہ اور شیفتہ و والہ ہے۔

پوپیا:- مناسب تھا کہ اس معاملہ میں میرے بزرگوں سے سلسلہ جنبانی کی جاتی۔ اور اگر وہ رضامندی ظاہر کرتے تو مجھے پھر کچھ بھی تامل نہ ہوتا۔ لیکن مشکل تو یہ ہے کہ شہنشاہ کے محل میں اوکٹیویہ جیسی خورشید مثل مہ جبین پری پیکر خوش بیر خلق مجسم ملکہ موجود ہے۔ اُس کی موجودگی اور حینِ حیات میں یہ کس طرح ممکن ہے کہ میں ملکہ بن سکوں؟ کیا کسی شخص کے سینے میں دو دل

دیتے ہیں؟ پس میری شہنشاہ کی خدمت میں لجاجت و الحاح درخواست
کرتی ہوں۔ کہ حضور شاہانہ خودداری صبر اور استقلال کو کام میں لائیں
اور اس خیالِ خام اور محال سے درگزر ہی فرمائیں۔ اور اپنے لوحِ دل
کے ابھرے ہوئے نقوشِ محبت کو جو محض عاجز بندی کے بارے میں ہیں بالکل
مندرس کر دیں۔

نیرو۔ آہ! آہ! ا ف!
عاشق سے بھی ہوتا ہے کہیں صبر و تحمّل۔ اُس کام کو کہتی ہیں کہ جو کر نہیں آتا

ٹیگیلینوس۔ پوپیا! تم یقیناً غلطی پر ہو اور اپنے نفس کے ساتھ دشمنی کر رہی
ہو۔ کیا تم شاہانہ اقتدار اور حقوق سے واقف نہیں ہو؟ اس وقت تمہاری
التماس طلب کی جاتی ہے۔ لیکن پھر جبر ہو گا۔

پوپیا۔ (حقارت سے) میں خوب واقف ہوں اور تم سے کہیں زیادہ واقف
ہوں۔ میرا ضمیر جہاں تک میری رہنمائی کر رہا ہے میں یقین کرتی ہوں کہ میں
ہرگز غلطی پر نہیں ہوں۔ اور وہی کر رہی ہوں جو ایک ایماندار اور عزت دار
انسان کو کرنا چاہیئے۔ یاد رکھو! کہ لالچ۔ دھمکی۔ تہدید اور کوئی ناجائز طریق
ایسا نہیں ہے کہ جو میرے پائے استقامت کو لغزش میں لا سکے۔

اس وقت نیرو سخت نا امیدی اور مایوسی کے عالم میں سراپا تصویرِ یاس
بنا ہوا پوپیا کو حسرت نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ اُس کی آنکھوں سے سیلِ
اشک جاری تھا۔ سچی محبت اور وفا کے جذبات کو اگر ترکیب دی جائے تو
یقیناً ایک افسوس بنے گا۔ جو امید و یاس بیم و رجا کے صبر آزما لمحوں میں

کسی حرمان نصیب کی آنکھوں سے نکلکر اُس کے رُخسار دل پر سے لُڑھکتا ہُوا زمین پر آرہیگا۔ اسی آنسو میں خلوص اور صداقت کا ایک بحرِ ذخّار پنہاں ہے۔ جیسے ایک غریقِ محبت کا سینہ اپنے اندر نہیں سما سکتا۔

اِس جوشِ گریہ کو ضبط کر کے نیرو نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے محبت کی دیوی کو اپنی امداد کے لیے پکارا اور دفعتہً چیخ ماری اور چلّا اُٹھا۔ ہائے پیاری پوپیا! تم تو بہت ہی سنگ دل نکلیں۔ تم نے میری محبت کی کچھ بھی قدر نہ کی۔"

پوپیا۔ آپ ازراہِ تلطفِ شاہانہ مجھے اِس عنایتِ شاہی سے معاف ہی فرمائیں۔ یہ کہہ کر خاموش ہوگئی۔

اب نیرو کے غیظ و غضب کی کچھ انتہا نہ رہی۔ ایسا گرایا جیسے چُونے پر پانی چھڑک دیا۔ کڑک کر بولا:-

نیرو:- پوپیا! تُو اُس صورت کو جو روم بھر میں اپنا جواب نہیں رکھتی اور جسکی مجھ جیسا جلیل القدر شہنشاہ قدر کر رہا ہے خاک میں کیوں ملاتی ہے۔ اب موجودہ وقت تجھ کو وہ حکومت دے رہا ہے کہ ایک دُنیا تیری اطاعت کے آگے سرِ تسلیم خم کریگی۔ کیا تُو اس خیال کی کچھ وقعت نہیں کرتی؟ کہ میرے پہلو میں بیٹھ کر رُوم کی ملکہ بنے۔ تُو میری آرزو پوری کر۔ اور جو آگ کئی ماہ سے میرے سینے میں سُلگ رہی ہے۔ اور جس نے میرے تمام بدن کو جھلسا رکھا ہے۔ رحم کے پانی سے اس کو چھینٹا دے اور بجھا دے۔ جس شخص کے آگے آج تمام روم کا سر جھکا ہُوا ہے جس کی عنایت کے بڑے بڑے ارکانِ سلطنت و عمائدِ دولت

اُمّید وار ہیں۔ وہ کئی گھنٹوں سے تیری خوشامد میں سرگرم اور پُر جوش التجا میں مصروف ہے +

پوپیا! یاد رکھ کہ میں وہ نیرو ہوں جو چشم زدن میں روم کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں۔ میں وہ نہیں ہوں کہ جس کے اعتصام سے تو نکل سکے۔ میں وہ نہیں ہوں کہ تجھے قید کردوں اور چھوڑ دوں۔ میں وہ نہیں ہوں کہ تیرے انکار کو تسلیم کروں اور خاموش ہو رہوں۔ میں وہ ہوں کہ تجھے زندہ درگور رکھوں مگر مُردے سے بدتر۔ میں وہ ہوں کہ ایک ادنےٰ حکم سے تجھ کو اس قابل بنا دوں اور اس لائق کردوں کہ کتّے اور کوّے بھی تیرا خون نہ چاٹیں اور نہ گوشت کھائیں۔ اگر انسانیت تیرے پتھر جیسے دل پر کچھ بھی اثر نہیں کرسکتی تو پھر میں سباع اور درندہ جانور بھی ہوسکتا ہوں۔ اور اگر سیدھی انگلی سے گھی نہ نکلیگا تو ٹیڑھی کردونگا۔ بہرصورت میری دلی خواہش اور آرزو اور قلبی تمنّا کا پورا ہونا ایک امر یقینی سمجھ لے۔

پوپیا! مجھے صرف تیری موہنی صورت پر رحم آتا ہے اور بمنت عرض کرتا ہوں کہ اپنی حالت پر صورت پر اور جوانی پر ترس کھا۔ اور کرجو میں کہتا ہوں۔ اور مان جو التجا کرتا ہوں۔ ورنہ یاد رکھ کہ صرف انسان اور حیوان ہی نہیں بلکہ بے جان زمین اور انجان آسمان بھی تیری خوفناک سزا پر دہشت کے آنسو گرائینگے۔ پرند تھرائینگے۔ چرند لرزینگے۔ آسمان اور زمین پر لرزہ طاری ہوگا۔ اور تیری یہ پیشانی جس پر اس وقت بل پڑ رہے ہیں عاجزانہ میرے حضور جھکیگی۔ پوپیا! دیکھ میں وہ نیرو ہوں کہ جس کے حکم اور تجویز کے بعد دنیا کی کوئی طاقت میرا خیال تبدیل نہیں کرسکتی +

پوپیا نیرو کی اس دھمکی آمیز تقریر کو سُنکر لہو کے گھونٹ پی کر رہ گئی ۔ ایک غصہ تھا
کہ جس نے اُس کے سیمیں رُخساروں کو مئے خشم سے یاقوتِ رواں اور لعلِ مذاب
بنا دیا ۔ اُس کی جادو بھری رسیلی نشیلی آنکھوں کے بجائے اب دو بڑے چمکتے ہوئے
انگارے نظر آنے لگے ۔ غصے کے مارے اُسکی آنکھوں سے چنگاریاں نکل رہی
تھیں اور اُس کے نازک لعلیں اور تبسّم پرور لبوں پر جن پر شوخیاں کھیلا کرتی
تھیں ایک جُنبش سی معلوم ہوئی ۔ وہ غصے سے تلملا اُٹھی اور آپے سے باہر ہو گئی ۔
اور دفعتہً رعد کی طرح کڑک کر کہا ۔ "اچھا رخصت"۔
یہ کہتے ہی وہ اپنی کُرسی سے اُٹھی اور کمرہ سے وَن سے نکل گئی اور ایسا
طرارہ بھرا کہ شہنشاہ نیرو اور ٹیگیلینُوس دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے اور کسی کو
بھی یہ جُرأت نہ ہوئی کہ اُسکو روک سکے ۔
نیرو ۔ (ٹیگیلینُوس سے) یا اسفا ! پتھر پر جونک نہیں لگتی ۔ یہ عورت تو بڑی
عندان ہے ۔
ٹیگیلینُوس ۔ (نیرو سے) اجی حضرت ! ذرا سی دیر میں اس کی سب ضد
نکال دونگا ۔ آپ ذرا اپنے دل کو سنبھالے رکھیئے ۔ یہ تو اپنے آپ کو مرغِ زیرک
سمجھتی ہی ہے ۔ مگر میں نے بھی اس کو جال میں نہ پھنسا لیا تو نام بدل ڈالونگا ۔
اس کی ہستی ہی کیا ہے کہ ہمارے گُستردہ دام سے نکل سکے ؟
نیرو ۔ کیا تم کو امید ہے کہ وہ ہتھے چڑھ جائیگی ؟
ٹیگیلینُوس ۔ کیوں نہیں مجھے تو کامل اُمید ہے ۔ حضورِ عالی جاہ ! یہ سرکار
حُسن کا ادنےٰ کرشمہ ہے ۔ حضور کو معلوم ہے کہ راج ہٹ تریاہٹ مشہور ہے

منہ آگئی۔ نہ مانی اور نہ جھکی۔ لیکن یہ تو ایک موٹی سی بات ہے کہ اگر دل میں اس قسم کا لگاؤ نہ ہوتا تو حضور کے پاس آتی ہی کیوں؟ میری دانست میں یہ کوئی کوہِ زمرد نہیں ہے +

نیرو۔ اچھا اب تم اس بارے میں خوب غور کرو۔ اور جس قدر روپیہ کی ضرورت ہو خزانہ سے لے لو۔ اگر تم نے میرا یہ کام کر دیا تو میں شہنشاہ ہونے پر تا دمِ زیست تمہارا ممنونِ احسان رہونگا اور تمہارا ہمیشہ خیال رکھونگا۔

ٹیگیلینوس۔ حضور آپ یہ کیا فرماتے ہیں۔ بندہ حضور کا خادم اور وفادار نمک خوار ہے۔ جان تک لڑا دینے سے دریغ نہیں کرسکتا۔

نیرو۔ بہت بہتر۔ تم اسی وقت اسی ادھیڑ بن میں مصروف ہوجاؤ۔ دیکھو کہ شکار ہاتھ سے جانے نہ پائے۔

ٹیگیلینوس آداب بجالاکر رخصت ہوگیا۔

باب سوم

کونشک پوپیا

چاندنی رات ہے۔ درختوں کے پتے اور جنگل کا سبزہ محل کے در و دیوار قندیلِ قدرت سے جگمگا رہے ہیں۔ پوپیا مشکوئے دولت سے نکلکر سیدھی اپنے قیامگاہ میں وارد ہوئی اُس وقت رات آدھی ڈھل چکی تھی۔ چاروں طرف سناٹا تھا۔ ہاں اس سناٹے کو کبھی کبھی جنگلی گیدڑوں کی دلخراش اور

بھیانک آواز توڑتی تھی۔ یوپیا تکان کے مارے چُور تو ہو ہی رہی تھی۔ پلنگ پر دراز ہوتے ہی گھوڑے بیچکر سو گئی اور خراٹے مارنے لگی۔ اور جب مریضِ شب نحال بے بسی کے ساتھ دم توڑ رہا تھا اور تارے تڑپ تڑپ کر اُسکی اس مایوسی کے عالم کو دیکھ کر حکیم یُوسف رد نس کے پاس یکے بعد دیگرے جا رہے تھے اور چاند بھی اُس کے سوگ میں زرد پڑ گیا تھا۔ تو یوپیا بیدار ہوئی۔ دریچہ کھولا تو خاکِ جگہ گیر نگاہ کے سامنے تھی۔ دیکھا کہ تمام میدان سبزۂ خوابیدہ سے پٹا پڑا ہے۔ موسمِ بہار کی گل پرستی نے تمام بیل بُوٹوں کو جُبۂ مُغلّم پہنا دیا ہے۔ جنکو دیکھ کر بے تکلف یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ تمام جنگل میں آتشِ بے دُود روشن ہو رہی ہے اور آگ کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے وحوش و طیور میں ایک عجیب قسم کا جوش موجزن ہے۔ جو ان کی مستانہ ترانہ سنجیوں اور تمام حرکات و سکنات سے مُترشح ہو رہا ہے۔ وہ درختوں کی لچکی ہوئی شاخوں پر بیٹھ کر جوشِ مسرت سے چہچہا رہے ہیں نُورِ سحر کی دھیمی دھیمی شعاعیں بھی اُفق مشرق سے آ رہی ہیں۔ جو کہ تر و تازہ سبز پوش خوش قدانِ گلشن کے دامنوں سے چھَن چھَن کر رنگین پھولوں کی پنکھڑیوں پر پڑ رہی ہیں۔ آسمان کے ٹمٹماتے ہوئے اور جلد رخصت ہونے والے تارے بھی اپنی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس خوشنما منظر کو دیکھ رہے ہیں اور اُن کی کرنیں جواہر نما قطرہ ہائے شبنم میں دلچسپ جھلکیاں دکھا کر زمین کو بھی دوسرا آسمان بنا رہی ہیں۔

ٹھنڈی ٹھنڈی نسیم سحری کے جھونکوں اور پھولی ہوئی شفق اور شبنم کی گہر ریزیوں اور مرغانِ خوش الحان کے خوش آئند زمزموں نے یوپیا کے دل میں ایک

چٹکی لی اور ایک عجیب قسم کی کیفیت پیدا کردی۔ معاً اُس کا خیال نیرو کی طرف منعطف ہوا۔ نیرو کی داستانِ محبت ایک نغمہ سرور آگیں تھا جس نے پوپیا کے بربطِ دل کو مخزنِ شانِ نوا بنا دیا تھا۔ نیرو کی زبانِ فصاحت ترجمان ایک زخمہ اور مضراب تھی جس نے پوپیا کے تارِ حیات کو چھیڑ کر اُس کے آغوشِ دل کو اُن نغموں سے بھر دیا تھا جن کا اصل الاصول محبت اور راحتِ محبت تھی۔

کُنجِ تنہائی اور زاوئیہ عزلت میں جب اُس نے اُس گرویدہ محبت کے دعوے پر غور کیا تو مقرّا اُٹھی۔ نیرو کی زبان کا ایک ایک لفظ اُس کے دل میں اترا ہوا تھا۔ اور وہ دل ہی دل میں اُس کی حلاوت کے مزے لے رہی تھی۔ جو اعترافِ حُسن پر ہر عورت کے دل میں قدرتاً پیدا ہوتی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ نیرو کے اظہارِ محبت سے پہلے اپنا دل اُس کے سپرد کر چکی تھی۔ اور نیرو کی داستانِ محبت گویا اُس کے اپنے دل کی ترجمان تھی۔ اُس کا انکار محض بناوٹی تھا۔ ورنہ وہ دل سے چاہتی تھی کہ نیرو کو اپنے حسن وجمال کا فریفتہ اور دل باختہ بنا کر اپنے قبضے کر لوں اور اُس کی جیتی ملکہ بنجاؤں۔ اس لیت ولعل وحیل کا سبب یہ تھا کہ نیرو کے دل کو پوری طرح سے اپنی طرف مائل کرے۔

اُدھر ٹرزخرف ٹگیلینوس کی آنکھیں رات بھر خمارِ خواب سے آشنا نہ ہوئیں۔ دل ہی دل میں پوپیا کے پھانسنے اور اُس کو اپنے دام تزویر میں گرفتار کرنے کے لئے طرح طرح کے منصوبے گھڑتا رہا۔ اسی سوچ وفکر میں شبِ یلدا کی تمام گھڑیاں تمام ہو گئیں۔ اب وہ وقت تھا جبکہ صباغ الارض اُفقِ مشرق سے بلند ہو کر اپنی زرتین لگا۔ اور ضیاپاش شعاعوں سے دُنیا کو منوّر کرنے

سکا تھا۔ ٹیگیلینوس نے منہ ہاتھ دھو ناشتہ کیا۔ کپڑے پہن سیدھا پوپیا کے محل کا راستہ لیا۔ اس وقت پوپیا نیرو کی داستانِ محبت پر رہ رہ کے غور کر رہی تھی کہ اتنے میں ٹیگیلینوس نے دروازہ پر دستک دی۔ معمول مراسم آداب بجا لا کر ٹیگیلینوس نے یوں سلسلۂ سخن شروع کیا۔

ٹیگیلینوس - پوپیا! میں کل رات کی گفتگو سے ابھی تک سکتے کے عالم میں ہوں اور حیران و ششدر ہوں کہ آپ نے کس طرح ایسی جرأت اور جسارت کی کہ ایک شہنشاہِ وقت کے شیشۂ دل کو سنگِ بے اعتنائی سے سخت ٹھیس لگائی۔ وہ تم پر مرتا ہے اور تم ایسی بے رُخی کرتی ہو؟ میں اس لئے خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں تاکہ سب نشیب و فراز آپ کے گوش گذار کر دوں +

پوپیا - جو کچھ آپ کہینگے۔ وہ تو میں جانتی ہوں۔ آپ کا کہنا اور نہ کہنا دونوں برابر ہیں۔ تل بھر کا فرق نہیں۔ میں نے تو پہلے ہی کنایۃً اس امر کا اظہار کر دیا تھا کہ میں شہنشاہ سے ملکہ اوکٹیویا کی موجودگی میں کبھی عقد نہیں کر سکتی۔ اگر میں اُسی وقت اپنی رضامندی ظاہر کر دیتی تو ضرور تھا میں یہ بھی ساتھ ہی کہتی کہ ملکہ اوکٹیویہ کا سرقلم کر دیا جائے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ ایک میان میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں اور ساتھ ہی شہنشاہ کی والدہ ملکہ اگرپینا کا رشتۂ حیات بھی قطع کر دیا جائے۔ تاکہ کسی قسم کی مخالفت پیدا ہو ہی نہ سکے۔ چونکہ یہ ہر دو امور اشد ضروری تھے۔ اور ممکن تھا کہ شہنشاہِ معظم کی طبع نازک پر گراں گذرتے اور میں موردِ عتابِ شاہی ہو کر مفت میں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتی۔ اس لئے حامی نہ بھر سکی +

ٹیگیلینوس۔ اس بات کا تو آپ فکر ہی نہ کریں۔ میں شہنشاہ کو اُن کے قتل پر رضامند کر لونگا۔ یہ کون سی بڑی بات ہے۔ یہ میرے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔

پوپیا۔ اگر اس امر کا حتمی وعدہ ہو جائے تو پھر میں اتہال کے لئے رضامند ہوں +

ٹیگیلینوس۔ میں منجانب شہنشاہِ معظم اس امر کا پختہ وعدہ اور اقرار کرتا ہوں کہ آپ کی خواہش کے مطابق ان دونوں کا سر قلم کرا دیا جائیگا۔

پوپیا۔ تو پھر مجھے کیا عذر ہو سکتا ہے۔ بدل و جان رضامند ہوں۔

ٹیگیلینوس۔ اب آپ اس پر قائم رہینگی؟ دیکھنا اگر پھر انکار ہوا تو آپ ہونگی اور صمصامِ آبدار۔ آپ کی گردن ہوگی اور شمشیر جوہر دار۔

پوپیا۔ آپ میری اس بات کو نقش بر آب نہیں بلکہ نقش فی الحجر سمجھئے۔ میں نے زبان دے دی ہے۔ زبان دے کے پیچھے پھر کیسے پھر سکتی ہوں۔

ٹیگیلینوس نے جب پوپیا سے اتہال کا عہد بیدید لیا۔ تو جامہ میں پھولا نہ سمایا۔ اُس کی مسرت اور خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اُس کو توقع تھی کہ شہنشاہ نیرو تادمِ زیست میرا ممنونِ منت رہیگا اور میں اپنی من مانی کارروائیاں کرتا رہونگا اور اپنا اُلو سیدھا کرونگا۔ کوئی پوچھنے والا نہ ہوگا۔ کہ تیرے مُنہ میں کتنے دانت ہیں؟ پس وہ پختہ وعدہ اور اقرار کرا لینے کے بعد دل میں لڈو پھوڑتا ہوا پوپیا کے کوشک سے نکلا اور اپنے قیامگاہ میں جا دم لیا۔ رات آنکھوں میں حرام کر چکا تھا۔ اور تمام رات آنکھوں ہی میں بسر ہوئی تھی۔ اس لئے وہ گھر پہنچتے ہی کھانا کھا کر پلنگ پر دراز ہو گیا۔ اور خواب نوشین

کے مزے لینے لگا۔ جب بیدار ہُوا تو آفتاب کے چہرہ پر غربت کی گرد پڑ چکی تھی اور اُس کا چہرہ زرد ہو چکا تھا۔ تھوڑی دیر چہل قدمی کی۔ اور دل ہی دل میں ملکہ اوکیٹویہ اور ملکہ اگرپینا کی ہلاکت کے منصوبے گانٹھ رہا تھا۔ جب سب تدابیر اُس نے اپنے ذہن میں حاضر کرلیں تو شہنشاہ کے مشکوئے معلےٰ کی جانب رُخ کیا۔

باب چہارم

مُشاورت

اب شہنشاہِ طارم فلک مغرب کی پہاڑیوں سے پرے استراحت میں ہے زر سُرخ سپہر نے بخیلوں کی طرح اپنی زرد شعاعوں کے سونے کو زمین سے سمیٹنا شروع کر دیا ہے اور شاہِ زنگ نے تمام عالم میں فوجِ زنگیان متعین کر دی ہے اور غراب شب بھی اپنے بال و پر نکال چکا ہے اور تمام روئے زمین پر ظلمت اپنا رنگ پھیر رہی ہے۔ کو نوال فلک کی کچھ نہیں چلتی۔ وہ ستاروں کے انبوہ کثیر اور جمِ غفیر میں دوڑتا پھرتا نظر آتا ہے۔ اور کبھی کبھی بادلوں کی سیاہ نقاب اُٹھا اُٹھا کر اِدھر اُدھر جھانک لیتا ہے۔ اور چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی ہیں۔ لکۂ ہائے ابر سے اُس کی مدھم سی روشنی چھن چھن کر سطح زمین پر پڑ رہی ہے۔ شاخِ کہکشاں پر ستاروں کے پھول بکثرت کھلنے لگ گئے ہیں۔ ایسی شبِ قیر گوں میں شہنشاہ نیرو اپنے آراستہ پیراستہ کمرہ میں جو کہ صدہا جھاڑ فانوسوں کی روشنی سے جگمگا رہا تھا۔ اور بقعۂ نور بنا ہُوا تھا تن تنہا ایک میز کے پاس

بڑی آن بان سے بیٹھا ہوا ہے۔ اپنے مخلص دوست اور مشیرِ خاص ٹگیلینوس کا انتظار بڑی ناشکیبائی سے کر رہا ہے۔ اس کا دل نہایت بے چین اور مضطرب ہے۔ کسی ڈھب کل نہیں پڑتی۔ ایک ایک لمحہ ایک ایک دن کے برابر گذر رہا ہے۔ اتنے میں دروازہ پر دستک کی آواز سنائی دی۔ دیکھا کہ اُس کا دوست ٹگیلینوس آگیا ہے۔ اشارہ سے اندر آنے کا حکم دیا۔ وہ کورنش بجا لاکر میز کے پاس ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ شہنشاہ نے ٹگیلینوس کے چہرے پر نگاہ کی تو بشاش بشاش پایا۔ نیرو فرِ مسرت سے اُچھل پڑا۔ آنکھیں فرطِ بہجت سے چمک اُٹھیں۔ تمام بدن میں ایک برقی قوت سرایت کر گئی۔ رگوں میں خون زور سے حرکت کرنے لگا۔

آخر کار نیرو نے خود ہی کمال بے صبری سے مُہرِ سکوت کو توڑ کر گہرِ سخن کو رشتۂ کلام میں منسلک کرنا شروع کیا۔

نیرو۔ کاہلِ صباح سے الی الآن تمہارے انتظار میں سیماب وار بے قرار بیٹھا ہوں۔ خورد و نوش حرام ہے۔ کیا تم نے میری فرمائش کے متعلق کچھ انتظام کیا ہے۔

ٹگیلینوس۔ حضور انور کے اقبال سے سب انتظام حسب دلخواہ طے ہو جائیگا۔ لیجئے مژدہ بہجت اثر سُنئے کہ میں نے پوپیا کو اُتار چڑھاؤ دیکر حضور عالی جاہ کی ملکہ بننے پر رضامند کر لیا ہے۔ بھلا آج وہ کونسی عورت ہے کہ جو ملکۂ روم بننے سے انکار کرے۔ لیکن اس کام کو درجۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ملکہ ادکٹیویہ کا قتل . . . .

نیرو - ہاں ہاں کہہ چلو ۔ جھجکنے کی کیا بات ہے ۔ میں تو ملکہ اوکٹیویہ کی صورت دیکھنے سے بیزار اور متنفر ہوں ۔ اور میری دلی آرزو ہے کہ وہ جلد سے جلد بارِ ہستی سے سبکدوش کر دی جائے ۔ تاکہ ہماری اس جدید محبت میں رخنہ انداز اور روڑا اٹکانے والی نہ ہو ۔ کیونکہ وہ میری تمام آرزوؤں پر پانی پھیر دیتی اور میرے تمام منصوبوں کا خون کر دیتی ہے ۔ مگر تدبیرِ قتل کیا ہو ؟ ہاں یہ تو بتاؤ کہ اس کے قتل سے رعایا میں تو کسی قسم کی شورش پیدا ہو جانے کا اندیشہ نہیں ؟ کیونکہ میں خوب جانتا ہوں کہ اس نے اعالی ۔ اواسط ۔ اسافل طبقہ کے لوگوں کے دلوں میں گھر کر رکھا ہے ۔ اور تمام رعیت اس سے بدرجۂ کمال خوش اور خورسند ہے اور اس کے حماۃ بہت سے ہیں خصوصًا میری والدہ اگرپینا ۔ اگر اس کا سر بھی اسکی گردن پر قائم نہ رکھا جائے تو سمجھو کہ ہم کامیاب ہو گئے ۔ ورنہ ہماری خیر نہ ہو گی ۔

ٹگیلینوس ۔ اس سے کس تدبیر سے نجات حاصل کی جائے ؟ یہ تو بالکل آسان بات ہے ۔ شہزادہ برطانیکس کی طرح چپکے سے اُس کے کھانے میں زہر ڈلوا دیجئے ۔ اس طرح ملکہ اوکٹیویہ کا کام تمام ہو جائیگا ۔ اور کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہو گی ۔ اور رعایا کو بھی ہم سے کسی قسم کی بدظنی نہ ہو گی ۔

نیرو ۔ تجویز تو خوب ہے ۔ بہتر ہے کہ اس کا انتظام بھی تم اپنے ہی ذمہ لے لو ۔ اچھا باقی رہا اب دوسرا معاملہ اُسکی بابت کیا تجویز کی ہے ؟

ٹگیلینوس ۔ میں نے خوب تحقیقات کر لی ہے کہ بڑی بیگم اگرپینا کی نگاہ بھی آپ سے پھری ہوئی ہے اور وہ آپ کی فکر میں ہے ۔ اس لیے اُس کا بھی جلد انتظام کر لینا چاہئے ۔ مثل مشہور ہے کہ قَتْلُ الْمُؤْذِی قَبْلَ الْاِیْذَا

مَیں نے اُس کے متعلق بھی ایک نہایت ہی عجیب اور کار آمد تجویز کر لی ہے۔

نیرو۔ (دل ہیں از حد خوش ہو کر) وہ کیا؟

ٹیکلینوس:۔ مَیں نے اس بارہ میں المینیوس سے مشورہ کیا تھا بہت قیل و قال۔ گفت و شنید اور اُس کے نشیب و فراز پر غور کرنے کے بعد یہ قرار پایا کہ حضور والا اپنے دار السلطنت سے جزیرہ بی آئی تشریف لے جائیں۔ اور وہاں اپنی والدہ ماجدہ کو طلب کریں۔ اس کو مع انیسنیوس کے کشتی پر سوار کرا دیا جائے۔ مگر کشتی ایسی حکمت سے بنائی جائے کہ بوقت ضرورت اُس کا ایک تختہ علیٰحدہ ہو سکے۔ خود المینیوس نے ایسی کشتی بنانے کا بیڑا اُٹھا لیا ہے۔ جب یہ کشتی عین منجدھار میں پہنچے تو اس تختہ کو علیٰحدہ کر کے ملکہ اگرپنا کو غرقاب کر دیا جائے۔ اس تدبیر سے آپ کو اس بلائے بے درماں سے بہت جلد رہائی حاصل ہو جائیگی۔

نیرو:۔ ہاں تدبیر تو خوب سوجھی ہے۔ بڑی دور کی کوڑی لائے ہو۔ اور لطف یہ کہ تم اسے بڑی آسانی سے کر بھی سکتے ہو۔ لوگ بھی ملکہ اگرپنا کے اس واقع کو اتفاقی حادثہ اور آفتِ سماوی سمجھینگے۔ اور ہیں رعایا کے سہامِ مَلام کا آماجگاہ نہ بن سکونگا۔ اور ان سب کاموں کے بعد پھر ہم بے کھٹکے عیش اور حکومت کے مزے اڑائینگے اور پھر کوئی ہماری تجاویز میں رخنہ انداز نہ ہو سکیگا۔ مگر تم ان دونوں تجویزوں کے پورا کرنے میں مسارعت و تعجیل سے کام لو۔ بس فی الحال تمہاری عقل و فراست اور دور بینی و دانش اور ان تدابیر کے لئے ترحت کا کلمہ زبان سے نکالتا ہوں۔

باب پنجم

خُونِ ناحق

نیرو ۱۳ ۔ اکتوبر ۵۴ء میں سریر آرائے سلطنتِ رُوم ہوا تھا۔ گو سلطنت کا دعویدار ایک اور شخص یعنی شہزادہ برطانیکس تھا۔ مگر ملکہ اگرپنا کی حکمت اور حُسن تدابیر اور مساعیٔ جمیلہ سے خواص و عوام نے قیصر کلاڈیس ثانی کی وفات کے بعد اصل حقدار کے حق کو نظرانداز کر کے نیرو کو اپنا شہنشاہ محض اِس وجہ سے منتخب کیا تھا کہ وہ بادی النظر میں فیاض اور منصف مزاج معلوم ہوتا تھا۔ چونکہ نیرو نے سنیکا جیسے دانا حکیم اور فیلسوف سے تعلیم و تربیت حاصل کی تھی۔ اس لئے عوام الناس کا یہ خیال کہ وہ عدل و انصاف اور دانشمندی سے حکومت کریگا اور رُوم اُس کے سایۂ عاطفت و ظلِ رافت میں قابلِ رشک ترقی کریگا۔ اور وہ پبلک کے جذبات کی پروا اور اراکین و اعیانِ سلطنت کا احترام اور قومی کونسل کا اعزاز کریگا۔ مگر آہ ع۔ خود غلط بُود آنچہ آں پنداشتند

ہر کس کو خبر تھی کہ نیرو دراصل اپنے سینہ کے اندر ایک خود غرض۔ متکبر۔ متفنی مُخیل۔ فتنہ زا دِل رکھتا ہے۔ جس میں رحم و انصاف کا مُطلق دخل ہی نہیں ہوسکتا۔ اور سراسر خدیعت۔ مکائد۔ قاذورات۔ غوائل۔ وقاحت۔ تمویہات اور جذباتِ مساعی سے بھرا ہُوا ہے۔

نیرو آوّل ہی اوّل صرف گنتی کے چند مہینوں تک استمالتِ قلوبِ

خلائق کی خاطر اپنے تا ذورات طبعی و خباثت جبلی پر پردہ ڈال کر صراط المستقیم پر چلتا رہا۔ اُس نے اس قلیل سی مدت میں لاریب ایسے طریق سے جہانبانی کی۔ کہ اُمراء اور عوام الناس کو کوئی وجہ شکایت پیدا نہ ہوئی۔ مگر اس کے بعد ہی اس کی فطری خباثتیں رنگ لانے لگیں۔ دفعتہً اُس کے مزاج نے پلٹا کھایا اور اُسی وقت سے اُس کی ظلم و ستم شعاری کی تاریخ شروع ہو گئی۔ یہ سب کچھ ایک نہایت ہی چالاک۔ فطرتی عیار۔ کینہ توز۔ دغاباز۔ عیاش اور خوشامدی شخص ٹیگیلینوس کی فیضِ صحبت سے ہوا۔ سچ ہے کہ قُرْبُ الْاَشْرَارِ مُضِرٌّ۔

نیرو کا سب سے پہلا کارنامہ یہ ہے کہ اُس نے دعوے دار سلطنت شہزادہ برٹانیکس کا جس کی جانب سے اُسے ہر وقت کھٹکا لگا رہتا۔ اور اُس کا دل مرغ قبلہ نما کی مانند ہر وقت مضطرب رہتا تھا۔ زہر دلوا کر قصہ پاک کر دیا۔ اور اپنے نقطۂ خیال سے اس طرح اپنی اساسِ سلطنت کو مضبوط و مستحکم کر لیا۔ مگر رعایائے روم میں سے اکثر اشخاص شہزادہ مرحوم سے دلی محبت اور انس رکھتے تھے۔ اِس لئے نیرو نے نہ صرف ایک معصوم انسان کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین کئے۔ بلکہ ساتھ ہی اپنی رعایا کے جذبات کا بھی خون کر دیا۔ دوسرا حد سے زیادہ نفرت انگیز فعل اُس سے یہ سرزد ہُوا کہ اُس واجب الاحترام اور بے جُرم و خطا عورت کی جان لینے کی فکر میں منہمک ہُوا۔ جو کہ اُس کی اپنی والدہ ماجدہ ملکہ اگرپنا تھی۔ وہ ایسی ماں تھی جو والدہ کی تمام پسندیدہ وحمیدہ اوصاف سے متصف اور اپنی اولاد پر جان تک نثار کر دینے پر

تنگی رہتی تھی ۔ اور اپنے بچہ کے آرام و استراحت کو اپنے آرام و آسائش پر ترجیح اور فوقیت دیا کرتی تھی ۔ یہ وہ ماں تھی کہ جس کی حُسنِ تدابیر و مساعی جمیلہ سے نیرو کو تختِ سلطنت نصیب ہُوا تھا ۔ تمام ارکینِ سلطنت و اعیان دولت نے ملکہ اگرپنا کی صداقت ۔ نیکی اور رحمدلی پر کامل بھروسہ اور تکیہ کر کے اُس کے بیٹے نیرو کو شہنشاہ منتخب کر لیا تھا کہ جس شخص کی ماں ایسی نیک عورت ہے اُس کا بیٹا ضرور ہی نیک طینت ہوگا ۔ اور جس کا اُستاد سینیکا سا حکیم ہو وہ ضرور ہی اسعد ہوگا ۔ مگر آہ! جذباتِ نفسانی اور خود غرضی انسان کو کیسا اندھا کر دیتی ہیں ۔ اَلْمَرْءُ فِی الْغَرَضِ مَجْنُونٌ ۔

نیرو نے اپنی بدقسمت اور بیوہ ماں کو حسب قرار داد بذریعہ کشتی جزیرہ اے اونیا میں طلب کیا اور انیسیوس نے عین وسط بحر میں کشتی کے پیچ کھول دیئے ۔ اور ملکہ اگرپنا پانی میں گر گئی ۔ اور غوطے کھانے لگی ۔ مگر پھر سنبھل گئی ۔ اور تیرتی ہوئی ساحل جزیرہ تک جا پہنچی ۔ افسوس کہ ظالم اور بے رحم نیرو نے پھر بھی اپنی بے جُرم و بے خطا والدہ کا پیچھا نہ چھوڑا اور اُس کا ذرا بھی پاس نہ کیا ۔ صرف پوپیا کی جدید محبت کی وجہ سے اُسے سفاک انیسیوس کے ہاتھ سے قتل کرا دیا اور رعایا کی ناراضگی اور عوام الناس کی ملامت سے بچنے کے لئے یہ بات مشہور کر دی ۔ کہ بڑی بیگم شہنشاہ کی جان لینے کے لئے سازش کر رہی تھی ۔ نیرو اپنی اس چال میں کامیاب ہو گیا ۔ اور خوش قسمتی سے اُس وقت ملک میں کسی قسم کی شورش پیدا نہ ہوئی ۔

بابِ ششم

طلاقِ ملکۂ اکٹیویہ

پوپیا ایک معمولی سے خاندان کا گوہرِ شب چراغ تھی۔ جو اس وقت تک دو خاوندوں کا منہ دیکھ چکی تھی۔ نیرو نے اُس کے ظاہری حُسن و جمال کا شہرہ سُنا۔ اور اُس پر لٹو ہو گیا۔ جب بالمشافہ گفتگو کا موقع ہُوا۔ اور نیرو نے ربطِ عشق کو سجا کر سُریلے راگ نکالے۔ تو پوپیا نے بظاہر طرح دی اور صاف کانوں پر ہاتھ دھرے۔ اور اول قدح ہی میں دُرد پیش کی۔ اور نیرو کے اظہارِ محبت پر اَخرمِنَ الجمر ہوئی۔ مگر دل میں لڈو پھوٹ رہی تھی۔ کہ اگر کل میری قسمت میں ملکہ بننا لکھا ہے تو آج ہی بنجاؤں۔ اور اس کے لئے اَحرَص من نمل تھی۔ اور خوب جانتی تھی۔ کہ نیرو میری آتشِ فراق میں کباب ہو رہا ہے اور کسی پہلو آرام نہیں۔ اور اس کے لئے "اَشَدُّ العُقُوبَاتِ عُقُوبَۃُ الفِراق" ہے جتنی کہ وہ اب نیرو سے دو خون کرانے کا ستم عہد و قرار لیکر قصرِ شاہی میں متمکن ہے۔ اور شہنشاہ روم نیرو کی چہیتی ملکہ کہلاتی ہے۔

نیرو نے پوپیا سے عقد کرنے سے پیشتر ہی حسب الوعدہ قرار داد شہنشاہ بیگم اکٹیویہ کا قصہ پاک کرنا چاہا تھا چنانچہ اُس نے ٹگیلینوس کی معرفت اُسے زہر دلوا دیا۔ مگر وہ خوش قسمتی سے بال بال بچ گئی۔ اگرچہ شہنشاہ نیرو کے دل میں اپنی ملکہ اکٹیویہ سے کچھ بھی محبت نہ تھی۔ لیکن حقیقت میں یہ ملکہ

نہایت ہی نیک طینت تھی۔ اور سچ پوچھو تو نالائق نیرو ہرگز ہرگز اس کا شوہر ہونے
کے قابل نہ تھا۔ نیرو بظاہر تھوڑے عرصہ تک اُس سے بڑے اخلاق سے پیش آتا
رہا۔ نیرو کی والدہ اگرپینا کو بھی اپنی بہو سے دلی اُلفت تھی۔ چونکہ ظالم نیرو نے
بلاقصور اپنی ملکہ کے بھائی کو تہ تیغ کرا دیا تھا۔ اس وجہ سے ملکہ اکٹیویہ ہروقت
آزردہ خاطر اور مغموم رہتی تھی۔ اور ساتھ ہی نیرو کو آئے دن کی بداعمالیوں سے
بچانے کی سعئ بلیغ کرتی رہتی تھی۔ مگر نیرو تھا کہ اس کے پتھر دل پر نصیحت کی جونک لگتی
ہی نہ تھی۔ اور وہ اس وجہ سے اور بھی برافروختہ اور مشوش رہتا تھا۔ اور طلاق
دینے کی فکر میں تھا۔ جس کی خبر ملکہ اکٹیویہ کو بھی مل چکی تھی ؛

جمیلۂ شب کی زلف کمر سے آگے بڑھ چکی ہے۔ قصر نیرو کی خاص بارہ دری
میں مہ جبین اکٹیویہ ایک مسہری پر لیٹی ہے۔ شمع کافوری کی روشنی گنگا جمنی پردوں
سے چھن چھن کر پابوس ہو رہی ہے۔ شب خوابی کا لباس ہے۔ بال پریشان
آنکھوں میں نیند بھری ہوئی۔ اس پر شب بیداری کے سُرخ ڈوروں نے دونوں
ناگنوں کو اور بھی زہریلا بنا دیا ہے۔ سونے کا قصد کرتی ہے۔ مگر نیند کسی طرح سے
نہیں آتی۔ اُٹھی۔ باہر نکلی۔ صنوبر کے پتے اُس کی بیتابی پر سرگوشیاں کر رہے
تھے۔ اوپر دیکھا۔ تاروں کی محفل جمی ہوئی تھی۔ اندر آئی۔ بیٹھی۔ اُٹھی۔ ٹہلی۔
لیٹی۔ مگر نیند کہاں؟ پھر اُٹھی۔ بایاں ہاتھ بائیں پیشانی کے حصے پر رکھ کر ایک
خیال میں غرق ہوگئی۔ آپ ہی سوچا اور کہنے لگی۔

ہائے میں کیا کروں؟ وہ کون سا منحوس دن تھا کہ میں نیرو کے حبالۂ
نکاح میں آئی۔ وہ محسن نہیں۔ جفاکار نکلا۔ ظالموں کا پیر۔ اے نیرو تو

انسان نہیں ہے۔ پتھر ہے۔ رحم ہرگز نہیں کرتا ہے۔ مہربان خاوند کے لباس میں
دشمنِ جان۔ شوہر کے لباس میں قاتل۔ آج کئی دن ہو گئے۔ تیرا غصہ بڑھتا
ہی جاتا ہے۔ ہزار سمجھایا کہ بدیوں کا ارتکاب نہ کرنا۔ بُرے راستے نہ چلنا۔ رعیت
کو ایک آنکھ سے دیکھنا۔ بروقتِ انصاف کسی کی رُو رعایت نہ کرنا۔ کسی
کے خون بہانے میں جسارت نہ کرنا۔ غصے کی جگہ رحم اختیار کرنا۔ لہو ولعب
اور بے جا مشاغل کے عوض سلطنت کے کاروبار میں مصروف رہنا۔ رعیت
کا پورا انصاف کرنا۔ اور اپنے عہد میں رعیت کو خوشحال اور فارغ البال
بنا دینا۔ مگر تُو ہے کہ مانتا ہی نہیں۔ کئی مہینوں سے تیرے تیور بدلے ہوئے ہیں
اور چونکہ میں تیرے ان کاموں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتی اور تجھے بار بار نصیحت
کرتی ہوں کہ اِن افعالِ قبیح سے باز آجا۔ مگر تُو دردمند ملکہ کی ایک نہیں سُنتا
جو دل سے تیری خیر خواہ اور خیر سگال ہے۔ تو مجھ کو بِس کی گانٹھ سمجھے ہوئے ہے
لیکن حقیقت میں تیرے لئے آبحیات ہوں۔ تیرے یہ افعال بدبختی اور بداقبالی
کا ڈھنڈورا پیٹینگے اور تو اُس وقت بیدار ہو گا جبکہ وقت ہاتھ سے نکل چکا
ہو گا۔ اس وقت تیرے پیارے وہ ہیں جو کہ حقیقت میں تیرے دشمن ہیں
اور تیری بھلائی نہیں بلکہ تیری بُرائی چاہتے ہیں۔ آبحیات کی جگہ زہر ہلاہل۔
امرت کی جگہ سم قاتل۔ پھول کے بدلے کانٹا۔ شکر کے عوض حنظل دے رہے
ہیں۔ افسوس صد افسوس تیرے اُن دوستوں پر جو دوستی کے پردے میں
تجھ سے اظہارِ دوستی کر رہے ہیں۔ مگر الحق مُرٌّ۔ تُو ہے کہ میری سنتا ہی
نہیں۔ اور تُند سرشور اور بے رحم ہو کر میری نیک صلاحوں سے رُخ پھیر لیتا ہے۔

آج کئی دن ہو گئے۔ میرا کھانا گیا، پینا گیا۔ ہنسنا بولنا گیا۔ عیش چھوٹا۔ آرام چھوٹا
مگر تیری ضد اور ہٹ گئی، پر نہ گئی۔ تو شرارت پر کمربستہ ہے اور میں تجھے ضد چھڑانے
کے در پے ہوں۔ چاہے کچھ ہی ہو جائے۔ اِدھر کی دنیا اُدھر ہو جائے۔ اور اس
بارے میں میری جانِ شیریں پر بھی آ بنے تو بھی تجھے آخر دم تک سمجھاتی ہی جاؤں گی
اور تیرے تمام ستم خاموش اور لب بستہ ہو کر سہہ لوں گی۔

ہائے نیرو! وائے نیرو!! ابھی زیادہ عرصہ نہیں گذرا کہ تو شریف تھا۔
نیک انسان تھا۔ شرافت چہرے سے۔ انسانیت تیری حالت سے۔ محبت تیری بول
سے ظاہر ہو رہی تھی۔ ٹپک رہی تھی۔ عیاں تھی۔ تو الفت کا بہترین نمونہ۔ محبت کی
جیتی جاگتی تصویر۔ دربارِ محبت کا تاجدار۔ نیک سیرت والا۔ نیک عادت والا۔ نیک
خصلت والا۔ لاثانی محبت رکھنے والا۔ میرے حسن کی ہستی کا۔ میرے دل
کی بستی کا۔ میری محبت کی اقلیم کا۔ اکٹوریہ کی جان کا مالک۔ آقا۔ مختار۔ حاکم تھا۔
لیکن اب جو دل بجھ گیا۔ جو آرزوئیں پامال ہو گئیں۔ جو صورت جھلس گئی اور
جو عمارت مسمار ہو گئی۔ اب اس کا زندہ ہونا مشکل۔ پیدا ہونا محال۔ درست
ہونا غلط اور تعمیر ہونا ناممکن ہے۔ اب میرے جسم میں کچھ نہیں رہا۔ دل برائے
نام موجود ہے۔ مگر مر چکا ہے۔ لیکن افسوس اور بے انتہا رنج سے مر چکا ہے۔
ساتھ ہی اس کے تڑپتا ہوا اور جھلستا ہوا۔ صبا و سموم ایک۔ اور بہار و
خزاں یکساں۔ سیجوں کے دن اور محلوں کی راحت کی راتیں ختم ہو گئیں۔ کس
کو معلوم تھا کہ تیرے دل میں پتھر کے شرارے اور لوہے کے انگارے بھرے
پڑے ہیں۔ نیرو! تیرا یہ عتاب جو مجھ بے گناہ و بے تقصیر پر ہے میرے

سر پر وہ جگمگاتا ہوا تاج رکھیگا جس کو کبھی فنا نہیں۔ تاریخ میرا نام روشن کرتی رہیگی۔ اور مجھے پانی پی پی کے کوسے گی۔ یہ کہتے ہی بے حد مضطرب ہوئی۔ دل سے آہ نکلی کلیجہ پر برچھی چبھتی ہوئی معلوم ہوئی۔ دیوانہ وار محراب کی طرف گئی آسمان پر حسرت سے نگاہ کی۔ رات اندھیری تھی۔ مگر عروسِ فلک کا چہرہ تاروں کی افشاں سے چمک رہا تھا۔ یہ کہتے ہوئے کہ ہائے کیسی قیامت کی رات ہے شمع جل چکی۔ گلدستوں کے نیچے خشک ہوئے سیج کے پھول مرجھا گئے۔ مگر رات کی تاریکی بدستور۔ دنیا تھک گئی۔ جہان ساکت۔ گلشن خاموش بلبل چپ۔ لیکن نہ تھکی تو یہ کم بخت رات۔ الٹے پاؤں واپس آکر پھر پلنگ پر دھڑام سی گر گئی۔ خدا جانے غشی تھی۔ یا خمارِ صہبائے نوم۔ کہ آنکھیں مند گئیں۔ اٹھی تو صبح کا سہانا وقت تھا۔ دیکھا کہ نیرو دانت چباتا ہوا تیوری پر بل ڈالے ادھر ادھر ٹہل رہا ہے۔ ملکہ کے بیدار ہونے پر نیرو نے حکم دیا کہ

"میں آج سے ملکہ اکیٹویہ کو طلاق دیتا ہوں۔ یہ آج سے میری ملکہ نہیں کہلائیگی۔ چونکہ اسکی ذات سے مجھے نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔ اس لئے حکم دیتا ہوں کہ فوراً محبوس کر دی جائے۔"

نیرو کے محل میں ہر متنفس ساکت و سرنگوں کھڑا تھا۔ اور نیرو کے اس حکم سے ہر ایک کی ہڈیوں میں لرزہ طاری ہو گیا۔ آخر کار اکیٹویہ فوج کے جنگی پہرے کے سپرد کی گئی۔ اس وقت اکیٹویہ کی نگاہ نیچی تھی۔ گو اس وقت وہ حد سے زیادہ بے قرار تھی۔ لیکن قطعاً خاموش تھی۔ ایک حرف اس کی زبان سے نہ نکلتا تھا۔ ایک تصویر تھی کہ ساکت۔ ایک پتھر تھا جو خاموش۔ ایک لعبتِ چین تھی مگر بے حس۔ آہ اس کے لب سے شکایت اس کی زبان سے کوسوں دور تھی۔ ایک عورت تھی جو

گم صم سامنے کھڑی تھی۔ ہاتھ پاؤں میں سکت نہ بدن میں حرکت۔ نہ پیشانی پر بل۔ نہ آنکھوں میں سوئی۔ مگر آنکھ برابر استغراقِ خیال اور چہرہ جذباتِ قلب کا پتہ دے رہے تھے۔ بیرونی حالت جس کا بڑا حصہ خاموشی ہے۔ اندرونی قلبی کیفیت کا آئینہ تھی۔ اسکا چہرہ اترا ہوا۔ اس کے بال چھوٹے ہوئے تھے۔ مگر اس حالت اور مصیبت میں بھی وہ چہرہ اُتر کر اور بھی نکھر گیا تھا۔ لبِ نازک پھول کی وہ پنکھڑیاں تھیں۔ جو مرجھائی ہوئی خوشبو سے صحبتِ شب کا پتہ دیتی تھیں۔

ملکہ نے محل سے نکالے جانے سے پہلے جو جو مصیبتیں جھیلی تھیں وہ ناگفتہ بہ تھیں اس کی خواصوں اور لونڈیوں پر بھی حد درجہ کے شرمناک ظلم کئے گئے۔ تاکہ ان سے ملکہ کی کوئی بات معلوم ہو سکے۔ مگر وہ سر بسر بے قصور ثابت ہوئی۔ اس کی اپنی خادمہ ایکیس کو بھی تخویف و تہدید کے دشوار گذار میدان میں سے گذرنا پڑا۔ تمام سختیوں کو بڑی فراخ دلی سے برداشت کرنے کے بعد اُس نے مرد دو ٹگیلینوس کو وہ بے نقط سنائیں کہ یاد ہی دشاید۔ اور نیرو ہی کے سامنے اُس کو ایسی سخت ڈانٹ بتائی کہ وہ منہ دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا۔ اس کے منہ توڑ جوابوں سے قیصر نیرو کی پیشانی پر بل پڑ پڑ جاتے تھے اور کئی بار دانت پیس پیس کر رہ جاتا تھا۔ مگر ایپیکورس بڑے دل گردے کی عورت تھی۔ اُس کی شمشیرِ صداقت کی ایک ہی ضرب نیرو اور اس کے دوست ٹگیلینوس کے دل کو پارہ پارہ کر ڈالتی تھی۔ سچی بات تو کوئی تھی ہی نہیں۔ مگر جھوٹے اور بناوٹی اور خود ساختہ الزامات کا طومار تھا جو زبردستی سے بے چاری بے گناہ ملکہ اکٹیویہ کے سر پر دھرتے تھے۔ مگر ایپیکورس تھی کہ ملکہ پر آنچ تک آنے

نہ وتی تھی۔ علاوہ ازیں نیرو خود بھی جانتا تھا کہ حقیقت میں ملکہ اکٹیویہ بالکل بے خطا ہے۔ صرف حسینہ ملکہ پوپیا کی فرمائشیں پوری کرتی ہے اور بس۔

آخرکار نیرو نے ملکہ اکٹیویہ کو قصرِ شاہی سے نکلجانے کا حکم دیا۔ شہنشاہ نیرو کے منحوس محل سے نکلجانا ہی اُس کے لئے باعث راحت تھا۔ وہ محلِ شاہی سے بربوس کے کوشک میں بھیجی گئی اور وہ وہاں کے نزہت گاہ اور باغ و راغ میں سیر کر کے اپنی غمزدہ طبیعت بہلایا کرتی تھی اور اپنے چوٹ کھائے ہوئے دل کو بشاش رکھنے کی سعیِ بلیغ کرتی تھی۔ وہ اکثر اپنی جان نثار اور وفادار خادمہ ایپکیورس سے کہا کرتی تھی کہ اب چونکہ میں نیرو کے قابلِ نفرت ارادوں اور منصوبوں میں سنگِ راہ نہیں ہوں۔ اس لئے وہ اب مجھے اس سے زیادہ نہ ستائیگا۔ اور میرا خیال اس کی لوحِ دل سے حرفِ غلط کی طرح مٹ جائیگا لیکن ایپکیورس خوب جانتی تھی کہ شاہی صیاد اُس کے لئے دامِ تزویر بچھا رہے ہیں اور اُس کے خون کے پیاسے کُتّے اُس کی گھات میں لگے ہوئے ہیں اور صرف مناسب موقع کے منتظر ہیں۔ ایپکیورس بڑی تجربہ کار اور ذہین عورت تھی۔ اُس نے واقعات حاضرہ سے معلوم کر لیا تھا کہ بیچاری مصیبت زدہ ملکہ کا انجام کیا ہونے والا ہے۔ اُس کو کامل یقین تھا کہ شہنشاہ نیرو اپنی مطلقہ ملکہ اکٹیویہ کو کبھی زندہ نہ چھوڑیگا۔ لیکن وہ یہ بات اپنی مالکہ پر ظاہر نہ کرتی تھی۔ اس خیال سے کہ مبادا اُسکی زندگی قبل از وقت ایک ناقابلِ برداشت بوجھ بنجائے وہ اس پیش آنے والے واقعہ کو اپنی نگاہِ دُوربین سے دیکھ کر لہو کے گھونٹ پی پی کر رہ جاتی تھی۔ لیکن اگر قیصر نیرو اُس کے قتل سے باز بھی آجاتا تو بھی

ظالم لوپیا سے ہرگز ہرگز یہ امید نہ تھی کہ وہ اُسے زندہ رہنے دیتی۔ عورت کا خاصہ ہے کہ وہ اپنے رقیب کو کبھی باقی رکھنا نہیں چاہتی اور خصوصاً ایسے رقیب کو جو اس سے بدرجہا بہتر و افضل ہو۔ نیرو بھی اپنی مطلّقہ ملکہ کو زندہ چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ کیونکہ وہ کلاڈیس سابق قیصرِ روم کی بیٹی تھی اور نیرو اس نکتہ کو خوب سمجھتا تھا۔ کہ اگر خدا نخواستہ اُس نے کسی دوسرے شاہی خاندان کے شہزادے سے شادی کر لی تو وہ پھر مالکِ تاج و تخت ہو سکتی ہے اور اس کو بڑے بڑے نقصان پہنچ سکتی ہے۔ ان باتوں کے علاوہ عوام الناس کی طرف سے اُس کو خلعتِ قبول حاصل ہے۔ اور وہ رعایا کے ہر طبقہ کے لوگوں میں گھر کئے ہوئے ہے۔

باب ہفتم

ملکہ اکٹیویہ کی جلاوطنی

ملکہ کے محل سے نکالے جانے کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد شہر روم میں ایک بڑی شورش برپا ہوئی۔ لوگ متفق الرّائے ہو کر سرکس میں جمع ہوئے اور قیصر کے روبرو حاضر ہو کر بڑا داویلا اور آہ و زاری کی۔ اور پکار پکار کر کہنے لگے کہ ملکہ معزول اکٹیویہ کو ہمیں واپس کر دے۔ نیرو نے بغاوت ہو جانے کے خیال سے سینکڑوں اُتار چڑھاؤ دیکر وعدہ کیا کہ میں طلاق نامہ کو منسوخ کئے دیتا ہوں اور ملکہ اکٹیویہ کو پھر بدستور سابق ملکہ قرار دونگا۔

شہر روم کے ہر کوچہ و برزن میں قیصر کے اس ارادہ اور وعدہ پر خوب دل کھول کر اظہار مسرت کیا گیا۔ دار السلطنت میں ایک انبوہ کثیر جم غفیر جمع ہو گیا۔ معابدوں میں دیوتاؤں کا شکریہ ادا کیا گیا۔ سنر قدم جدید ملکہ پوپیا کا بُت بیخ و بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دیا گیا۔ اور شہر روم کے ہر ایک حصہ میں جہاں کہیں ملکہ اکیٹویہ کے بُت نصب تھے۔ اُن پر دور مسرت سے پھول برسائے گئے۔ اور خوشنما پھولوں کے ہار پہنائے گئے اور بڑی بھاری خوشی منائی گئی۔ گھر گھر شادیانے بجنے لگے۔ یہ مسرت بخش اور دل خوش کُن خبر سلطنت روم کے دور دست علاقوں میں بھی بجلی کی طرح پہنچ گئی۔ معزول ملکہ اکیٹویہ اور ایپکوریس کو بھی پتہ لگا۔ مگر ایپکوریس جو شہنشاہ نیرو اور ملکہ پوپیا اور ٹگیلینوس کے ہتھکنڈوں سے خوب واقف و آگاہ تھی۔ اس معاملہ کی تہ کو پہنچ گئی اور اس کو اس امر کا کامل یقین ہو گیا کہ یہ تمام امورات ملکہ اکیٹویہ کی جان لینے کا پیش خیمہ اور مقدمۃ الجیش ہیں۔ اس کا یہ خیال بہت صحیح اور بالکل درست تھا۔ ابھی دوسرا ہفتہ منقضی نہ ہونے پایا تھا کہ پریوس کے کونسک میں روم میں سے ایک فوجی دستہ بھیجا گیا۔ اُس وقت ملکہ معزول اکیٹویہ ایک باغ میں بیٹھی اپنا دل بہلا رہی تھی۔ شاہی ایلچی حاضر ہو کر آداب بجا لایا۔ اُس نے اپنا ہاتھ بوسہ دینے کے لئے آگے بڑھایا۔ اور کہنے لگی۔

اکیٹویہ:۔ میں ایسا خیال کرتی ہوں کہ تم مجھے روم واپس لے جانے کے لئے آئے ہو۔ مجھے تو فی الحقیقت اس دلکش پُرفضا مقام چھوڑنے سے سخت افسوس ہوگا۔ لیکن اگر میرے شہنشاہ اور میرے لوگوں کی درحقیقت

یہی مرضی ہے۔ تو میں بھی چلنے کے لئے رضامند ہوں۔ کیا تم کل تک میری روانگی کا سامان درست کر دو گے؟

یہ جھوٹی امید سے بھرے ہوئے الفاظ سُنکر قاصد نے بڑی حسرت اور رنج و الم سے اپنے منہ پر پردہ ڈال لیا اور خوب دل بھر کر رویا کہ ہچکیاں بندھ گئیں اور اسکی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر کر ساون بھادوں کی جھڑی کا نمونہ دیتے تھے آخر کار اُس نے جوشِ گریہ کو ضبط کر کے کہا:۔

قاصد:۔ حضور کا یہ خیال غلط ہے ہم ایک اور کام کے لئے یہاں آئے ہیں۔ آپ روم کو واپس نہ جائینگی۔ بلکہ ہم شہنشاہ کے حکم سے آپ کو پھانسی پر لٹکانے آئے ہیں۔

بیچاری ملکہ اکٹیویہ قاصد کی زبان سے یہ الفاظ سُنکر حیرت کا پُتلا بن گئی۔ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ اوسان خطا ہو گئے۔ چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ غصہ سے چلا اٹھی اور کہا کہ اس جگہ تو شریر بدمعاش بھیجے جاتے ہیں۔ مجھ سے خطا سرزد نہیں ہوئی۔ اگر میں خطاکار تھی تو نیرو نے کیوں مجمع عام کے سامنے پھر اپنی ملکہ قرار دیا؟ اُس نے رعایا کے سامنے جو وعدے کئے تھے کیا وہ سب کے سب برات عاشقاں بر شاخِ آہو ہو گئے؟

قاصد:۔ حضور مجھے جو حکم شہنشاہ کی طرف سے ملا ہے۔ صرف اُسی کی تعمیل کرنے کے لئے آیا ہوں۔

ملکہ اکٹیویہ خون کا گھونٹ پی کر رہ گئی اور ذرا اُف نہ کی۔ اُس کے دلِ حزیں کو اس امر سے تسکین ہوئی اور قدرے خوشی حاصل ہوئی کہ اب میں روم کو واپس نہ جاؤنگی اور ظالم نیرو کا منہ نہ دیکھونگی مگر

یہ معلوم نہ تھا کہ پنڈاٹاریا بھیجے جانے کا کیا مقصد ہے؟ وہ اُسی رات کو وہاں سے بعجلت تمام بھیج دی گئی اور ایپکیورس کو بھی اُس کے ساتھ جانے کی اجازت دیدی گئی۔ پنڈاٹاریا ایک نہایت ہی ویران۔ سُونا اور دہشتناک مقام تھا۔ اور جس مقام میں ملکہ فروکش ہوئی وہ بالکل شکستہ حالت میں تھا۔ اس ہولناک جزیرہ کی جاندار مخلوق صرف چند جھاڑیں تھیں جنکی پاسبانی ایک چرواہا کیا کرتا تھا۔ لیکن ملکہ آکٹیویہ بہت جلد اس جگہ سے بھی مانوس ہو گئی۔ ساحلِ سمندر پر چل پھر کر اپنے افسردہ و پژمُردہ دل کو ذرا بہلالیا کرتی تھی اور نیرو کے ظالمانہ سلوک کو یاد کر کے دل ہی دل میں کہا کرتی تھی کہ مَنۡ یَّعۡمَلِ السُّوۡٓءِ یُجۡزَ بِہٖ عُقُوۡبَتُہٗ جس نے عمل بد کیا وہ عذاب کو حاصل کرتا ہے اور مَنۡ یَّزۡرَعِ الشَّوۡکَ لَمۡ یَحۡصُدۡ بِہٖ عِنَبًا جس نے کانٹے بوئے وہ انگور حاصل نہیں کر سکتا اور مَنۡ یَّزۡرَعِ الشَّرَّ یَحۡصُدِ النَّدَامَۃَ جس نے تخم بدی بویا وہ شرمندگی کو کاٹتا ہے۔ مگر شکر ہے کہ میں اس بدذات۔ شریر النفس کی شر و شرارت سے علیحدہ ہو کر گوشۂ عزلت میں آپڑی ہوں۔ سچ ہے۔ اَلۡوَحۡدَۃُ خَیۡرٌ مِّنۡ جَلِیۡسِ السُّوۡٓءِ تنہائی ہم نشین بد سے بہتر ہے

مندرجہ بالا الفاظ ایک سخت مصیبت زدہ اور بیکس اور قطعی مایوس دل سے نکلے اور آسمان کی فضا میں منتشر ہو گئے۔ ملکۂ مذکور خود ہی متکلم اور خود ہی سامع تھی۔ واقعی بدنصیب ملکہ کے لئے ایک ایسا مصیبت کا پہاڑ تھا۔ جس نے رہے سہے ہوش و حواس بگاڑ دیئے۔ کبھی گھبرا دل گھٹ گھٹ کر پھٹ پڑنے کو ہوتا۔ دن بھر بڑی منتی زیادہ بیتاب ہوتی تو رونے لگتی۔ کلیجہ میں ہُوک اٹھتی۔ دل پر چوٹ لگتی۔

آنکھوں میں اندھیرا آتا۔ دماغ میں چکر آتے۔ دیوالوں کی طرح پھرتی۔ سودائیوں کی طرح رہتی۔ وہ کاہے کو زندہ تھی۔ در اصل زندہ در گور تھی۔ کس کا کھانا پینا دو دو تین تین وقت صاف نکلجاتے۔ جب پیٹ میں سخت آنچ لگتی تو اپکیوس کے اصرار سے تھوڑا لیکر بیٹھتی اور پہلا ہی لقمہ گولی بنکر حلق میں رہ جاتا تھا۔ نیرو کا ظلم و ستم یاد آتے ہی سب بھوک پیاس اڑن چھو ہو جاتی تھی۔ کپڑے میلے چیکٹ۔ چہرہ مضمحل۔ بال پریشاں گرد آلودہ ہو گئے۔ ضعف کی حد اور نقاہت کی انتہا نہ تھی۔ سوکھ کر قاق ہو گئی۔

چاند اس کے سر پر چمکتا۔ بادل اس کے سر پر آتے۔ بوندیں اسکی گود میں گر کر کھیلتیں۔ پھوار اس کے بدن سے اٹھکھیلیاں کرتی۔ مگر اس کے مضطرب دل میں گدگدی پیدا نہ ہوتی۔ چاند کے پُر نور چہرے کو مخاطب کر کے باتیں کرتی۔ بادلوں اور ہوا کے تیز رفتار گھوڑوں سے خطاب کرتی۔ روتی اور کہتی۔ کالے کالے بادلو! صبا کی سی تیز رفتاری سے گھر گھر کر آؤ۔ چاند کو نقاب پوش کر دو۔ چمکتے ہوئے تاروں کو اپنی سیاہ نقاب سے اوجھل کر دو۔ گرجو۔ برسو۔ پانی گراؤ۔ بوندیں برساؤ۔ سبزے اگاؤ۔ پھول کھلاؤ۔ کھیتیاں سیراب کرو۔ پودے شاداب کرو۔ مگر کیا تم میرے غمگین دل کی پژمردہ کھیتی کو بھی سرسبز و شاداب کر سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔ جاؤ چلے جاؤ۔ میرا دل ایسے زہر سے بجھے ہوئے تیر سے زخمی ہے کہ جسکا دنیا میں درماں نہیں۔

بیچاری ملکہ اکٹیویہ کو اس خوفناک اور ویران سنسان جزیرے میں آئے ہوئے مشکل ہفتہ عشرہ چودہ دن ہی گذرے تھے کہ ایک جہاز لب

ساحل آکر لنگر انداز ہوا۔ جس پر چند سپاہی تھے۔ جب ملکہ نے سپاہیوں کو دیکھا تو اُن سے کمال خندہ پیشانی اور فراخ دلی سے پیش آئی اور اسی وقت اُس کے گلاب کے مرجھائے ہوئے پھول کی پنکھڑیوں جیسے لب متحرک ہوئے اور نہایت نرم اور سُریلی آواز میں کہا۔

اکٹیویہ۔ اے صاحبان! یہاں تمہارا کیا کام ہے؟ تم کس غرض سے یہاں آئے ہو۔ کیا تم مجھے اب کسی اور مقام میں لیجاؤ گے۔

صوبیدار۔ اگر آپ مہربانی فرما کر اپنے مکان کو واپس چلیں تو میں وہاں آپ کی اجازت سے اپنے یہاں آنے کی حقیقت بالتفصیل والتوضیح بیان کر دونگا۔

ملکہ اکٹیویہ نے صوبیدار کے کہنے کے مطابق اپنے مکان کی طرف رُخ کیا اور جب ملکہ تیز قدمی سے گھر کی طرف جا رہی تھی تو اُس نے ملکہ کی خادمہ ایپکیورس کے کان میں آہستہ سے اپنے آنے کا اصلی مقصد بیان کر دیا۔ نیک نہاد خادمہ اس بات کے سُنتے ہی ایسی زار زار روئی کہ ساون بھادوں کی جھڑی کا سماں بندھ گیا۔ ملکہ اکٹیویہ مکان پر پہنچ کر اپنی خوابگاہ میں کپڑے بدلنے کے لئے چلی گئی۔ جب وہ آئینہ کے روبرو بیٹھی تھی تو ایپکیورس نے پیچھے سے آکر اُس کے نازک گلے میں اپنی باہیں حمائل کر دیں۔ ملکہ نے فوراً اضطراب سے پیچھے مڑ کر دیکھا کہ اُس کی آنکھیں سُرخ اور دوسرے اشک سے بھاری ہو رہی ہیں۔ اور اُس نے اپنے نازک اور سُرخ و سپید رخساروں کو آنسوؤں کے پانی سے غسل دے رکھا ہے۔

اکٹیویہ: (فرطِ حیرت سے) پیاری ایپکیورس، تم سوتی کیوں ہو؟

ایپکیورس: اے میری عزیز خاتون! میری آنکھیں پانی کا سوتا بن گئی ہیں اس خیال سے کہ ہائے اب ہمیں بہت جلد ایک دوسرے سے جدا ہونا پڑیگا۔

اکٹیویہ: کیا یقیناً؟ مگر نیرو اور اس کی چہیتی ملکہ پوپیا اور ٹیگیلینوس ایسے کیا بے درد اور سنگدل ہو جائینگے کہ تمہیں میرے پاس سے علیحدہ کر دیں؟ اس بارے میں خود میں قیصر کو لکھونگی اور وہ میری اس التجا کو کبھی رد نہیں کریگا۔

ایپکیورس (جس کی سخت مایوسی اور رنج و اندوہ کے مارے زبان بند تھی اور گفتگو بند ہی ہوئی تھی اور نہیں جانتی تھی کہ کس طرح کلیجے پر پتھر رکھوں اور اس بات کو زبان پر لاؤں۔ آخرکار بڑی جسارت سے زبان پر قابو پا کر بولی) اے عزیز از جان محبوبی بحال معصوم ملکہ! وہ آپ کی ایک بات کو بھی منظور نہ کریگا۔ بلکہ آپ کو ایک دن کی بھی مہلت نہ دیگا۔

اکٹیویہ۔ (جو ابھی تک سپاہیوں کو گرگانِ خونخوار اور ملک الموت نہ سمجھتی تھی اور پیش آنے والے واقعہ سے قطعی ناواقف تھی) تم کہتی کیا ہو؟

ایپکیورس (زار زار رو کر) اے ملکہٴ نیک نہاد! یہ سپاہی نیرو کی طرف سے آپ کے رشتہٴ حیات کو منقطع کرنے کے لئے آئے ہیں۔

اکٹیویہ (چلا کر) وہ میرے قتل کے لئے آئے ہیں؟

وہ یہ سنتے ہی کرسی پر سے جھپٹ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی صورت اس وقت شدتِ غم سے سخت متحیر اور متوحش تھی اور رنگت گلِ معصفر کی طرح زرد۔ چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ اس کے زعفران ریز چہرے

پر اُسکی آنکھوں کی مانند بڑی بڑی آنکھیں منتظر نظر آتی تھیں۔ دفعتہً چلّا اُٹھی۔ ہائے میں ابھی مر نہیں سکتی۔ ابھی تو میرے عین شباب کے دن ہیں۔ پھر تو جوانی ہے عین شباب کے عالم میں مرنا افسوسناک امر ہے۔ کیا تم مجھے کسی محفوظ مقام میں چھپا سکتی ہو؟

ایپیکورس - اے میری عزیز از جان ملکہ! میں تو آپ کی سلامتی کی خاطر اپنی جان تک دینے سے دریغ نہیں کر سکتی۔ مگر اس وقت بجز اس کے چارہ نہیں کہ ہم دونوں ایک ساتھ اپنی جانیں قربان کر دیں۔ یہ کہتے ہی اُس نے دو آبدار خنجر نکالے۔ جنکو وہ ہمیشہ اپنی پوشاک میں چھپائے رکھتی تھی۔ کہ شاید کسی خاص ضرورت کے وقت کام آئیں اور ملکہ کی طرف بہ حسرت و یاس دیکھکر کہا کہ جس طرح میں اس خنجر کو اپنے سینہ میں بھونکوں۔ اسی طرح تم بھی بھونک لو اس سے کچھ یونہی خفیف سی تکلیف ہوتی ہے۔ اور آن کی آن میں ہم دونوں کا قصہ پاک ہو جائیگا۔

اکٹیونیہ (چیخ مارکر) نہیں نہیں ایپیکورس! یہ نہیں ہونے کا۔ ان خوفناک ہتھیاروں کو دور پھینک دو مجھ سے تو ان کی طرف دیکھا بھی نہیں جاتا میں جاتی ہوں اور پولادسنج سپاہیوں سے رحم کے لئے بصد زاری التجا کرتی ہوں۔

یہ کہتے ہی خوابگاہ میں سے دوڑ کر اُس کمرے میں جا پہنچی کہ جہاں صوبیدار مع اپنے سپاہیوں کے کھڑا تھا۔ اور جاتے ہی اُس کے قدموں میں گر پڑی۔ اور پُر درد الفاظ میں رحم کے لئے درخواست کرنے لگی

جب سپاہیوں نے بے گناہ ملکہ کی بیکسی اور زاری دیکھی تو نصف سے زیادہ سپاہی آبدیدہ اور رقیق القلب ہو کر بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ مگر اس کم بخت سیاہ باطن سنگدل صوبیدار کو ذرا بھی رحم نہ آیا۔ اس نے ملکہ سے کہا کہ۔

صوبیدار۔ ملکہ معظمہ! میں تو شہنشاہ نیرو کے حکم کا پابند ہوں۔ جو حکم مجھے ملا ہے اُس کی تعمیل کروں گا۔ اور وہ حکم یہ ہے کہ ملکہ اکٹیویہ کا کام تمام کر دیا جائے۔

اکٹیویہ۔ شاید بادشاہ بھول گیا ہوگا۔ اب میں ملکہ نہیں ہوں۔ میں صرف ایک بیوہ ہوں اور تمام حقوق سے محروم۔ افسوس اگر ملکہ اگرپینا بقید حیات ہوتیں تو یہ روزِ بد دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ اب میری زندگی فضول ہے۔ دُنیا بھر میں میرے لئے کوئی مسرت و فرح نہیں۔ میں اپنی زندگی سے بیزار ہو چکی ہوں۔ اس لئے موت سے غمگین نہیں ہو سکتی جس کی خوشی گم ہو گئی ہو اس کیلئے موت آسائش ہے۔ اور ظاہر ہے کہ عاجزی اور ذلت آمیز زندگی سے تو موت ہی بہتر ہے مَوْتٌ خَیْرٌ مِّنْ حَیٰوۃٍ فِیْ ذُلٍّ وَّ عَجْزٍ۔ خیر اگر بادشاہ اور اس کے رفقا کی مرضی یہی ہے کہ میرا سلسلۂ حیات منقطع کر دیا جائے اور میری ہستی کی روشن شمع کو ظلم اور بے دردی کی ہوا سے بجھا دیا جائے تو میں بڑی خوشی سے مستعد ہوں۔ کُلُّ مَکْتُوْبٍ کَائِنٌ اور فِعْلُ الْمَلُوْکِ مُلُوْکُ الْاَفْعَالِ۔ صوبیدار! تم خوب یاد رکھنا اور میری یہ آخری وصیت بادشاہ اور اس کے رفقا کے لب گوش تک پہنچا دینا کہ مَنْ یَّزْرَعْ فِی الدُّنْیَا یَحْصُدُ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَیْہَا۔ جس نے دنیا میں ستم کیا وہ بے بہرہ رہا

اور جس نے بدی کی وہ اسی پر ہے۔

ہائے ظالم نیرو۔ تو نے میرے ساتھ وہ کام کیا جو خزاں چمن کے ساتھ اور برق خرمن کے ساتھ کرتی ہے۔ یہاں بھی تو نے میرا پیچھا نہ چھوڑا اور تیرا غصہ میری طرف سے ٹھنڈا نہ ہوا۔ بجائے اس کے کہ تو میرے دل کے زخموں پر رحم کی مرہم لگاتا تو نے اور بھی زخم کاری لگایا۔ افسوس تو نے ایک بے گناہ اور شکستہ دل پر ظلم و ستم کی بجلیاں گرائیں۔ بجز اس میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتی۔ مستزقِ ذہن میں قفل لگ گیا ہے اور کلید کم بخت ہوش بیکر رفو چکر ہو گیا ہے۔

اب شدتِ غم سے اکٹیویہ کی آواز بھرا گئی تھی۔ اور اُس کی آنکھوں سے سیل اشک جاری تھا۔ اُس نے آسمان کی طرف کمال حسرت سے نگاہ کی۔ اور رہ گئی۔ صوبیدار اپنے فعلِ جانستانی کے لئے ملکہ اکٹیویہ سے بہ ادب خواستگار معافی ہُوا اور اُس نے فوراً اپنے ایک سپاہی کو حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں باندھ لو اور اُس کا منہ بند کر دو۔ اِس حکم کے ملتے ہی دو تین سپاہیوں نے اپنی تلواروں کے قبضوں پر ہاتھ رکھا اور آمادہ بغاوت ہو گئے۔ مگر اُس وقت کیا کر سکتے تھے۔ صوبیدار کے طرف داروں اور ہوا خواہوں کی تعداد زیادہ تھی۔ بیچارے شیر قالین بنے کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ اور صوبیدار کے سپاہیوں نے اکٹیویہ کی مشکیں کس لیں اور منہ بند کر دیا۔ اور صوبیدار ملکہ اکٹیویہ کو حکماً مکان کے اندر لے گیا۔ وہ اپنے ہمراہ ایک غلام کو بھی لایا تھا جو کہ فنِ جراحی میں تاک تھا۔ اُس نے ملکہ کے دونوں بازو دُبلا

کی رگوں کو کھول دیا۔ مگر ڈر کے مارے ملکہ کا خون پہلے ہی خشک ہو چکا تھا۔
ایک قطرہ بھی نہ نکلا۔ اِس پر صوبیدار اور غلام نے متعجب ہو کر چند
منٹ مشورہ کیا۔ آخر کار جراح نے کہا کہ اس کو حمام میں لے چلو۔ حمام میں
لیجا کر جراح نے اُس کا کام نہایت گرم بھاپ سے تمام کر دیا اور من بعد
اُس کا جسم آگ میں جھونک دیا۔ اور وہ خاکستر ہو کر رہ گئی۔ غرضیکہ اس
طرح ایک پاک معصوم اور نہایت ہی نیک طینت نیک نہاد۔ رعایا پرور اور
ملک اور بادشاہ کی سچی ہی خیر خواہ ملکہ کا خاتمہ کر دیا گیا۔ آہ! آہ!! آہ!!!
صوبیدار نے جب قیصر نیرو کو ملکہ اکٹیویہ کے قتل کی اطلاع دی تو نیرو
کو بڑی ہی خوشی ہوئی۔ وہ بغلیں بجاتا پھرتا تھا اور فرطِ مسرت سے جامہ میں
پھولا نہیں سماتا تھا۔ اسی طرح ملکہ پوپیا نے بھی بے حد خوشیاں منائیں اور
اپنی بے حد شادمانی کا اظہار کیا اور بڑی دھوم دھام سے دیوتاؤں کی شکر
گذاری کی۔ اب وہ دونوں تمام خدشوں سے بے فکر ہو کر انواع و اقسام کے
تباہ کن منصوبوں۔ لہو ولعب اور عیش و عشرت میں مشغول ہو گئے۔ اور ایک
آگے اب روم کی نہایت ہی وسیع سلطنت تھی۔ اور اُن کے طرح بطرح کے
خوفناک منصوبے اور بندشیں اور ہمہ اقسام کی دراز دستیاں اور ستم
شعاریاں

اس وقت نیرو کو تختِ روم پر قابض ہوئے کامل بارہ سال گذر چکے
ہیں۔ اگرچہ وہ شہنشاہِ روم ہے۔ اور خود مختار ہے۔ مگر دراصل وہ محکوم
ہے۔ کس کا؟ اپنی مار آفرین ملکہ پوپیا کا۔ بلا مبالغہ وہ اُس بد اصل-

بد باطن ۔ بد سرشت ۔ زشت خصلت عورت کا غلام بن چکا ہے ۔ ملکہ ہے تو پوپیا ۔
وزیر ہے تو پوپیا ۔ مشیر ہے تو پوپیا ۔ غرضیکہ سب کچھ پوپیا ہی پوپیا ہے ۔ کُل
نظم و نسقِ سلطنت اور خود شہنشاہ ۔ نئے توسنِ اختیار کی باگ اُس کے ہاتھ میں
ہے ۔ جس طرف چاہتی ہے موڑ دیتی ہے ۔ جو چاہتی ہے کر گذرتی ہے ۔ یہی وجہ
ہے کہ نیرو کے دربار کے لائق مشیر یکے بعد دیگرے موت کے گھاٹ اتار دیئے
گئے ۔ اور صرف اسی پر بس نہیں ۔ بلکہ ایک نہایت قابل اور مشیر خاص برروٹس
کو بھی ملکہ کی ہاں میں ہاں نہ ملانے کی سنگین و ناقابلِ عفو جرم میں زہر دے کر
ملکِ عدم کو روانہ کر دیا گیا ۔ نیرو کا شفیق اور فلاسفر آج اُستاد سنیکا بھی اُس کی
ظلم پسندی اور قساوتِ قلبی کی تاب نہ لا کر خود وزارت کے عہدۂ جلیلہ سے
دست بردار اور مستعفی ہو گیا ۔

الغرض اس وقت شہنشاہ نیرو کی صلاح کار و مشیر ملکہ پوپیا ہے یا ٹگیلینوس
جو نیرو کا ہم مشرب و ہم خیال اور اُس کی آتشِ شوق کو اور بھی زیادہ بھڑکانے والا
اور بندۂ ہوا و ہوس اور طالبِ عیش و عشرت اور بلندی گرائے شخص تھا ۔
اُس نے اپنی تملق آمیز گفتگو سے بادشاہ کو اپنا گرویدہ اور کاٹھ کا اُلو بنا رکھا
تھا ۔ ملکہ پوپیا اور شہنشاہ نیرو اُس کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنے ہوئے تھے ٹگیلینوس
اپنے دوست نیرو کو ہر وقت مخمور اور مستِ عیش بنائے رکھتا تھا اور وہ
اس کارگذاری کی وجہ سے شاہی کونسل کا صدر تھا ۔ جو چاہتا تھا کر گذرتا
تھا ۔ اُس کا ہاتھ کوئی پکڑ نہ سکتا تھا ۔

اہالیانِ روم ابتدا ہی سے آزاد خیال واقع ہوئے تھے اور انہوں نے

کبھی کسی حکمران کو مطلق العنان ہونے نہیں دیا تھا۔ چنانچہ نیرو کے زمانہ سے پیشتر وہ متعدد قیصروں کو معزول کر کے شربتِ مرگ کا مزا چکھا چکے تھے۔ نیرو اس بات کو خوب جانتا تھا۔ اس لئے اس نے بہت سے با اثر لوگوں کے رشتۂ حیات کو منقطع کر دیا کہ جنکی طرف سے اُسے باغیانہ تحریک پیدا کرنے کا اندیشہ یا شُبہ ہو سکتا تھا۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ نیرو گو بہت سی بیش قیمت جانوں کا نقصان کر چکا ہے۔ تاہم عام رعایا اس کے دستِ تظلم سے محفوظ ہے۔ اس لئے ملک میں ابھی اُس کے برخلاف کوئی ظاہرا تحریک معلوم نہیں ہوتی اور نہ بظاہر کسی قسم کی بے چینی نظر آتی ہے۔ بلکہ عام طور پر تمام ممالکِ محروسہ میں امن وامان اور چین و اطمینان ہے۔ ہاں البتہ پولیٹیکل معاملات پر گہری نظر رکھنے والے عالی دماغ اشخاص نیرو کے تیور خوب پہچان رہے ہیں اور اس خیال میں منہمک ہیں کہ کس طرح اس بلائے عظیم سے مُلکِ رُوم کو نجات دلائیں۔

باب ہشتم

خبطِ عجیب

آسمان پر سے عاملِ شب کے عمل و دخل کا دور سمٹنے کو ہے۔ کاملِ شب بیداری کی وجہ سے ستاروں کی آنکھیں پیا جھپکنے لگیں۔ اب پو پھٹنے کو ہے صبح کا نور بکھر رہی ہے۔ مغنیانِ سحر اپنی دلکش اور سُریلی آوازوں سے

لوگوں کو خواب غفلت سے جگا رہے ہیں۔ اور انواع و اقسام کے طیور ہمنوا ہو کر حمدِ خدا میں نواسنج ہیں۔ نسیم سحر نونہالانِ چمن کے کاندھوں پر سوار ہو کر مست ناز سے ڈالیوں کو جھولا دے رہی ہے۔ سبزۂ خوابیدہ نے فرشِ خاک پر سبز مخمل بچھا دی ہے۔ اور پھولوں نے سبزہ کے سر پر اپنا شبنم کے دُرِ آبدار سے مرصع اور مختلف اللون تاج رکھ دیا ہے۔ شادابی ہوا میں موجیں مار رہی ہے۔ نسیم سحری کے جھونکوں سے ہلنے والی نازک اور لچکدار ڈالیوں پر خوشنوا پرندے دلکش ترنم میں مصروف ہیں۔ بلبل گل گل کی بلائیں لینے میں بیتاب ہو گلاب کی شاخ پر تو اُس کا یہ عالم ہے کہ بولتی ہے اور مست ہو ہو جاتی ہے۔ اور اسی مستی کے عالم میں پھول کے نازک چہرہ پر اپنا منہ رکھ رکھ دیتی ہے اور آنکھیں بند کر کے زمزمہ کرتی جاتی ہے۔ غرضیکہ قدرت کی سحر کاریاں فطرت کی فسوں طرازیاں مناظرِ قدرت کے شیدائی کے دل کو بے طرح چھینے لیتی ہیں۔

اے لو شاہِ خاور اُفقِ مشرق سے نورانی لباس زیبِ تن کئے نمودار ہوا اور اس کی ضیا کی برچھیوں کی انیاں شب یلدا کی تاریکی کے خون سے لال ہو رہی ہیں۔

ایسے سہانے وقت میں جبکہ نسیم سحر دریچوں میں سے آ آ کر راحت کے شانے ہلا رہی تھی ایک مجلس قصرِ شاہی واقعہ انٹیم میں منعقد ہوئی۔ یہ قصر عین سمندر کے ساحل پر واقع تھا۔ قیصر نیرو کو یہ محل بہت عزیز تھا۔ وہ خود اسی میں پیدا ہوا تھا۔ اور اسی جگہ گذشتہ سال پوپیا کے ہاں ایک دختر تولد ہوئی تھی جس کا جشنِ ولادت شہنشاہ نے بڑی دھوم دھام سے منایا۔

اور بے شمار زر و جواہرات لٹا دیئے تھے۔ اور بعد ازاں اسی مقام پر اُس لڑکی کے انتقال کرنے کے سانحہ ہوشربا اور حادثۂ جانکاہ پر بادشاہ نے ویسے ہی زور شور سے بکا و بین اور شیون شین کیا تھا۔ اسی قصر میں جو شہر روما سے قریباً ۳ میل کے فاصلہ پر واقع تھا۔ نیرو اپنے ظالمانہ منصوبے گانٹھا کرتا تھا۔

اس وقت نیرو اور اس کے مشیر ملکہ پوپیا اور ٹیگیلینوس ایک خاص معاملہ پر غور کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ معاملہ زیر تجویز یہ ہے کہ کس طرح شہر روم کو نہایت عمدہ ترتیب سے اور باقاعدہ از سر نو تعمیر کیا جا سکتا ہے؟ اور کس طرح اس کی تمام سڑکیں، تمام تنگ اور پیچیدہ گلی کوچے، تمام بدنما اور نیم شکستہ مکانات منہدم کرا دیئے جا سکتے ہیں؟ اور کس طرح ان کے بجائے ایک نیا شہر بنایا جا سکتا ہے؟ جو نہایت وسیع کوچوں اور کشادہ سڑکوں اور دلکشا نزہت گاہوں اور دلفریب مناظر سے آراستہ و پیراستہ ہو۔ یہ تجویز نیرو کے اپنے تخیل کا نتیجہ تھی۔ اِس کارِ عظیم کے لئے بہت سے لائق معماروں اور چابکدست صناعوں سے صلاح و مشورہ کیا تھا۔

مگر ابھی تک اس تجویز سے ملکہ پوپیا اور ٹیگیلینوس کے کان آشنا نہیں ہوئے تھے۔ جب اُس نے اُن کے سامنے اس وقت یہ تجویز پیش کی تو وہ سُنکر سخت متحیر و متعجب ہوئے۔

شہنشاہ نیرو کچھ دیر تک اپنے ہم جلیسوں کی حیرت و استعجاب کا لطف اٹھاتا رہا۔ اور پھر دفعتہً اُن سے قہقہہ لہجہ میں گویا ہوا۔ کہ شاہ اگسٹس کا مقولہ

تھا۔ کہ "میں نے تخت نشینی کے وقت شہر اینٹوں کا پایا تھا۔ مگر مرتے وقت سنگ مرمر کا چھوڑا" لیکن میرا فخر یہ ہوگا۔ کہ "میں نے شہر کی بالکل ہی قلب ماہیت کر دی"۔ میں اس بارے میں بزرگ دیوتاؤں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنہوں نے مجھے اس عظیم الشان کام کے لئے ایک عدیم النظیر موقع عطا فرمایا ہے۔ اور ساتھ ہی ایک نقشہ اُن کے آگے رکھدیا۔

ٹیگیلینوس (نقشہ کو بغور دیکھ کر) حضور عالی جاہ اس خالی مقام میں کیا بنائیںگے جہاں پیلاٹائن اور اسکیولائن کی خوشنما پہاڑیاں ہیں؟

نیرو۔ یہاں میں اپنا عالیشان قصر اور عدیم النظیر دلکشا باغ بنواؤنگا۔

یہ سنتے ہی ٹیگیلینوس کے چہرے پر حیرت کے آثار نمودار ہوگئے۔ نیرو دیکھتے ہی ایسا گرمایا جیسے آپ نا رسیدہ چوُنے پر پانی چھڑک دیا۔ اور آنکھوں سے چنگاریاں نکلنے لگیں۔ کیونکہ وہ خفیف سے خفیف مخالفت کی بھی تاب نہ لا سکتا تھا۔ نہایت ہی ترشرو اور سُرخ ہو کر کہنے لگا۔

نیرو۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ جگہ بہت وسیع ہے؟ شہنشاہ روم کے لئے اس سے کم جگہ میں عالیشان محل کیا بن سکیگا۔

ٹیگیلینوس یہ عتاب آمیز گفتگو سنکر بھیگی بلّی بن کر رہ گیا۔ لیکن ملکہ پوپیا جسارت کر کے یوں گویا ہوئی۔

پوپیا۔ کیا آپ کا منشا ہے کہ اُن تمام مکانات کو جو وہاں واقع ہیں خرید کر مسمار کرا دیا جائے؟

نیرو۔ ہاں میرا یہی ارادہ ہے۔ اور یہ کوئی امرِ دشوار نہیں ہے

لوسیا۔ مگر وہاں بہت سی عمارات ایسی بھی تو ہیں جن کا خریدنا کار سے دار
ذاتی معاملہ ہے۔

بادشاہ یہ سنتے ہی پھر گرمایا۔ اور میز پر بڑے غصہ سے ہاتھ مار کر بڑی بلند
آواز اور غصہ آمیز لہجے میں کہنے لگا۔

نیرو۔ جب میں خریدنا چاہوں تو پھر کون انکار کر سکتا ہے؟ اور جبکہ میں معقول
معاوضہ بھی دینے کے لئے تیار رہوں؟

لوسیا۔ مانا تسلیم کیا۔ مگر ان میں منادر اور معابد بھی تو ہیں جو عام مکانات
کی طرح خریدے یا فروخت کئے نہیں جا سکتے ہیں۔

نیرو یہ سنتے ہی اپنی کرسی پر سے اٹھ کھڑا ہوا اور بڑی تیز گامی سے
ادھر ادھر ٹہلنے لگا۔ اس کو معلوم ہو گیا کہ لوسیا نے پتہ کی بات کہی ہے۔ اور
یہ امر واقعی دشوار و متعسر ہے۔ معابد و منادر خواہ ان میں آجر و سنگ کے
سوا کچھ بھی نہ ہو۔ تو بھی خرید کر مسمار و منہدم نہیں کئے جا سکتے۔ آخر کار تھوڑے
تامل اور غور کے بعد اس نے کہا۔

نیرو۔ ٹیگیلینس! اس میں تمہاری رائے کیا ہے؟ کیا شہنشاہ مختار
نہیں کہ اپنی ذاتی مرضی سے جو چاہے کر گذرے؟ کیا منادر کے کاہن اور
متعبد میرے لئے اس مشکل کو حل نہیں کر سکتے؟ (پھر ذرا تامل کر کے) ہاں
بتاؤ تو سہی بھئی تم بولتے کیوں نہیں ہو؟ کیا منہ میں گھنگنیاں ہیں؟ اور
جب تک کہ ٹیگیلینوس نے جواب نہیں دیا وہ اسی طرح ان کلمات کا
طیش میں آکر اعادہ ہی کرتا رہا۔ آخر کار ٹیگیلینوس نے مہر سکوت کو توڑا

اور کہا۔

ٹیگیلینوس۔ میری کیا بساط ہے۔ کوئی بھی حضور کے وسیع اختیارات کو محدود نہیں کر سکتا۔ مگر حق الامر یہ ہے کہ کسی اعلےٰ بہبودی اور اصلاح کے لئے چند ایک مناور کا خرید لینا اور اُن کا مسمار کرا دینا مضائقہ نہیں رکھتا ایسا پہلے ہو چکا ہے اور اب بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن جبکہ ایک دو نہیں بلکہ اکٹھے ڈیڑھ سو کے قریب مناور ہوں تو معاملہ از حد نازک ہو جاتا ہے۔ ان ہی میں بعض مندر بڑی عزت و توقیر اور قدر و منزلت سے دیکھے جاتے ہیں انکو دفعتہً مسمار اور منہدم کرا دینا بہت ہی خطرناک امر ہے۔ اس غرض کی تکمیل کے لئے اقسام اقسام کی پوجا پاٹ اور صدہا رسومات مطہور کفارہ لا تعدا ادا کرنی پڑینگی۔

نیرو۔ (تیور کل داستان سنکر) اچھا تو اب کیا کرنا چاہئے؟

ٹیگیلینوس۔ حضور عالی جاہ! کیا آپ اپنی تجاویز میں قدرے ترمیم فرما سکتے ہیں؟

نیرو۔ (مشل شیر خشمناک گرج کر) ترمیم! مجھ سے ایک نقطہ کی ترمیم کی بھی توقع نہ رکھو۔

یہ کہتے ہی وہ پلنگ پر اوندھے منہ لیٹ گیا۔ اور زیبا منہ ایک بڑے تکیہ سے ڈھانپ لیا۔ یہ امر ملکہ پوپیا اور ٹیگیلینوس کے لئے پُر حیرت و عجیب تر تھا۔ وہ دونوں ٹکٹکی لگائے نیرو کی طرف دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے خیال کیا کہ نیرو ضرور کوئی حیرت انگیز تجویز سوچ رہا ہے۔ کامل آدھ گھنٹہ کے بعد اُس

نے تکیہ میں سے منہ نکالا اور کہا کہ اب میں نے سوچ لیا ہے کہ کیا کرنا چاہئے
ہاں میری تمام تجاویز یقیناً اور بالضرور پروان چڑھ کر رہینگی

ٹیگیلینوس - حضور انور! کیا آپ از راہِ تلطف ہمیں بتلا سکتے ہیں کہ آپ نے کیا تجویز کی ہے۔ اور کونسی تجویز حضور کو پسند آئی ہے؟

نیرو - تم کو عین وقت پر سب کچھ معلوم ہو جائیگا - اور جب تمہاری امداد کی ضرورت ہو گی تو کہونگا - اچھا رخصت -

اس پر ٹیگیلینوس آدابِ شاہی بجالا کر قصرِ شاہی سے چلدیا - اور مجلس برخاست ہو گئی -

اب قصرِ شاہی میں نیرو اور اُس کی ملکہ پوپیا اور نیرو کا آزاد شدہ غلام رہ گئے۔ نیرو اپنے راز کو اِن سے مخفی نہ رکھ سکا - اسکو اپنی اس تجویز سے کہ میں دار السلطنت روما کو جلا کر خاک کر دونگا - اور میں اُسے اپنے منشا اور تجویز کے مطابق از سرِ نو تعمیر کرونگا " اس قدر بشاشت اور خوشی حاصل ہوئی کہ جو اُسکی طاقتِ ضبط سے باہر تھی - اُس نے اپنی ملکہ پوپیا کے سامنے اپنے دلی ارادہ کا اظہار کر ہی دیا - لیکن ٹیگیلینوس سے عمداً اس بات کا تذکرہ نہیں کیا - تاہم اُسے بھی نیرو کے ارادے کا اُسی قدر علم ہو گیا تھا - جس قدر کہ پوپیا کو تھا - کیونکہ سرکاری ملازموں کا کوئی محکمہ ایسا نہ تھا کہ جس میں اُس کے مخبر نہ ہوں - اور جو جو خفیہ ہدایتیں شہر میں آگ لگانے کے بارے میں شہنشاہ نیرو نے دمگار و کے افسروں کو قصرِ شاہی اینٹیم میں طلب کر کے کی تھیں وہ بھی ٹیگیلینوس کو فوراً معلوم ہو گئیں - ظالم نیرو کی ان

مجنونانہ حرکات سے پوپیا اور ٹیگیلینوس دونوں کو بہت تشویش ہوئی ۔ مگر وہ دونوں اِس واقعے سے فوری فائدہ اُٹھانے اور اپنے اپنے دلی مقاصد کو بر لانے کے لئے مستعد اور کمربستہ ہو گئے ۔ پوپیا اور ٹیگیلینوس کو کامل اُمید ہو گئی ۔ کہ عوام النّاس کے ہراس اور اضطراب کی اوٹ میں اپنے دشمنوں اور حاسدوں سے بدلہ لینے کا خوب دل کھول کر موقع ملے گا ۔ لیکن ان باتوں سے عوام النّاس کے دلوں پر جو اثر پیدا ہوگا اور اُس سے اور اُس کے خوفناک نتائج سے بھی غافل نہ تھے ۔ شہنشاہ اپنی مرضی سے جس قدر چاہے کُشت و خُون کرا سکتا اور مال و اسباب ضبط کر سکتا تھا ۔ مگر صرف اُسی وقت تک کہ یہہ ظُلم و تعدّی امیروں اور دولتمندوں کی ذات ہی تک محدود رہے ۔ لیکن جب اِس کا دستِ تظلم تاجروں اور صناعوں اور عوام النّاس پر دراز ہوگا ۔ تو اُس وقت خطرِ عظیم کے پیدا ہونے کا خدشہ ہے ۔ اگر بالفرض رومیوں کو اِس بات کا یقین تو درکنار صرف شُبہ ہی ہو جائے ۔ کہ اُن کے فرمانروا نے اپنی صرف ایک خواہش کے پُورا کرنے کی نیّت سے گھروں کو وقفِ نار کر دیا ہے ۔ تو اُس کی تمام فوجی طاقت بھی اُس کو بچا نہیں سکے گی ۔

باب نہم

خوفناک آتش زنی

قمری مہینے کی چودھویں تاریخ کی شب کو جبکہ ماہِ کامل مع دس پر اپنی
اختر کی فوج کو ہمراہ لیکر ہزار شان و شوکت طارمِ آبگوں پر رونق افروز
تھا اور اپنے پُر نور ضیا پاش چہرے سے تمام عالم کو منور کئے ہوئے تھا۔ نیرو
کے مقرر کردہ گنہگاروں کے افروں نے شہرِ روما کے وسیع رقبہ پر حسب الہدایت
شہنشاہ نیرو آتشِ گیر بادہ چھڑک دیا۔ اور اُس میں آگ لگا دی۔ بس پھر کیا
تھا معاً تمام شہر میں خوفناک آگ بھڑک اُٹھی۔ تیرگوں دُخان کے سبب سے
آسمان بالکل تاریک اور سیاہ نظر آتا تھا اور اس میں مُلتہب نوار برقِ
جہندہ کی طرح روشن تھے۔ اُس وقت کی بے چینی اور اضطراب اور خوفناک
پریشانی کا کون مُفصل بیان کرسکتا ہے۔ ہزارہا مردوں۔ عورتوں۔
اور بچوں کی گریہ و زاری۔ آہ و بکا اور جگر خراش چیخوں سے گنبدِ گردوں
میں لرزہ تھا۔ ہر شخص کے منہ پر ہوائیاں چھوٹ رہی تھیں اور ہر
متنفس حیران متحیر اور مبہوت تھا۔ کہ یہ ہوا تو کیا ہوا؟ اور کیونکر ہوا؟
مگر سب کے لئے یہ آتش زدگی ایک معمائے لاینحل اور رازِ سربستہ
تھی۔ یہ آگ بجائے فرو ہونے کے دم بدم بڑھتی ہی چلی جاتی تھی۔ اُمرا
اور عوام الناس سعیِ بلیغ و کوششِ وافر کر رہے تھے۔ کہ اس خوفناک

آتشزدگی کو زد کریں۔ مگر وہ بجائے فرو ہونے کے بڑی سرعت سے بڑھتی ہی چلی جاتی تھی۔ خوفناک آتشیں شعلوں نے چاروں طرف سے شہر پر ایسا محکم قبضہ کر لیا تھا کہ گردیوں تے آگ بجھانے والے آلات اگر اس سے دس گنا بھی بہتر ہوتے۔ تو بھی آگ پر اُنکا اثر صفر کے برابر بھی نہ ہوتا۔ لوگ گھوڑوں پر پانی کا مینہہ برسا رہے تھے۔ مگر طرفہ تماشا یہ تھا کہ جس قدر زیادہ پانی ڈالا جاتا تھا۔ اُسی قدر آگ کے شعلے اور بھی بھڑکتے اور آسمان کی خبر لاتے تھے۔ لوگوں کا ایک انبوہ کثیر جو از حد پریشان اور کوفتہ حال تھا آگ بجھانے والے افسر کے پاس گیا۔ تاکہ اُس کا حکم لیکر اور اجازت حاصل کر کے مکانوں کو گرا دیا جائے۔ لیکن اُن کی عرض حسرت التجا پر اُس نے ذرا بھی توجہ نہ کی۔ اس سے بھی بڑھکر اُس ہشیم خصلت افسر نے یہ بد ذاتی کی کہ جن اشخاص نے آگ بجھانی چاہی تھی اُن کو مار مار کر بھگا دیا جس سے سخت ہیاہو بپا ہوا۔ اور لوگوں کو جلتے ہوئے مکانوں سے دُور رکھنے کے لئے سپاہیوں سے ناکہ بندی کرا دی۔ غرضیکہ اس طریق سے نہ تو اُس نے خود آگ بجھائی اور نہ کسی دوسرے کو بجھانے کی اجازت دی۔ کیونکہ نیرو کا تاکیدی حکم یہی تھا کہ شہر کو بالکل بھسم کر دینا اور خاک کا ڈھیر بنا دینا اور میرے حکم کی کامل تکمیل کرنا"۔

آگ بڑی سرعت سے پھیلتی جاتی تھی۔ آتش گیر مادہ کی وجہ سے اُس نے نہایت ہی خطرناک صورت اختیار کر لی تھی اور اب سرکس کا وہ حصہ خطرے میں تھا کہ جہاں جنگلی جانور رہتے تھے۔ سرکس کے منتظم

نے (جو سرکس کے اندر اپنی مرضی کا مختار تھا۔ اور جس پر آگ بجھانے والے افسروں کا کوئی بھی دباؤ نہ تھا) اس تباہ کن اور غارت گر آتش کے بجھانے میں بڑی کوشش اور جد وجہد کی اور اس کے ماتحتوں نے بھی بڑی سر گرمی کے ساتھ اس کا ہاتھ بٹایا۔ مگر ہم عمارت کو کہ وہ چاہتے تھے کہ محفوظ رکھیں اور نذرِ آتش نہ ہونے دیں۔ وہ بدقسمتی سے لکڑی کی بنی ہوئی تھی۔ شہ نشین کے نیچے کے کمرے اور گودام سب چوبی تھے اور اکثروں میں اشیائے آتشگیر بھری ہوئی تھیں۔ آگ ہولناک صورت سے بڑھتی چلی آتی تھی اور آگ بجھانے والوں کی تمام کوششوں پر پانی پھیرتا نظر آرہا تھا۔ انکو صاف طور سے معلوم ہوگیا کہ جانوروں کے اکثر نام بھی آگ سے بچ سکتے۔ جانوروں کو بھی اس آفت کا علم ہوگیا تھا۔ ہاتھیوں کی خوفناک تیز چیخیں اور ان کا بڑی بیتابی سے دم بدم چنگھاڑنا۔ شیروں کا ڈرونا۔ چیتوں کا ہیبت ناک آوازیں نکالنا اور زور سے دھاڑنا ایک مکروہ حادثہ تھا۔ اور بے شمار چھوٹے جانوروں کی مختلف قسم کی ملی جلی خوفناک اور ڈراؤنی آوازوں کے سننے سے لوگوں کے قلوب پر بڑی بھاری ہیبت طاری ہوتی تھی۔

آخر کار جب سرکس کے افسر نے دیکھا کہ آگ کے مقابل میری تمام کوششیں اکارت اور رائیگاں جا رہی ہیں تو اس نے عمدہ کئی جانوروں کو ہلاک کر دیا۔ اور بعض کو فرکند میں پناہ لینے کے لئے ہانک دیا۔ لیکن اس میں پانی زیادہ تھا اس لئے وہ سب کے سب

ڈوب کر مر گئے۔ افسوس کہ اُن میں ایسے سدھائے ہوئے ہاتھی بھی تھے کہ اُن میں سے ایک ہاتھی اپنا نام یونانی زبان کے حروف میں اپنی سونڈ سے لکھ لیتا تھا اور ایک ہاتھی ایک یونانی شعر لکھ سکتا تھا۔ ان کے علاوہ ایک اور ہاتھی تھا جو جمع و تفریق کے سوالات حل کر سکتا تھا اور چار ہاتھی ایسے تھے جو کہ ایک مریض کی پالکی اُٹھا کر بلا تکلف چلا کرتے تھے۔

جب ٹیگیلینوس نے دیکھا کہ تمام روما میں آتشیں سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے اور اس میں سے سیاہ دھوئیں کے بادل غٹ کے غٹ اُٹھ کر دوسرا آسمان بنا رہے ہیں۔ اور صورت معاملہ خطرناک ہے۔ اور ہزارہا مردوں۔ عورتوں۔ بچوں کی لاشیں جابجا جھلسی ہوئی نظر آتی ہیں اور ہزارہا مصیبت زدہ اشخاص جنکی تمام عمر کا سرمایہ اور سامانِ راحت آگ نے جلا کر خاکستر کر دیا تھا خاموش، صُمٌ بُکمٌ آبدیدہ اور سرنگوں بیٹھے رو پیٹ رہے ہیں۔ تو وہ جھٹ ایک سمندِ باد رفتار پر سوار ہو کر قصرِ شاہی اینٹیم کی طرف چل دیا اور حاضر قصرِ شاہی ہو کر شہنشاہ نیرو سے کل حالات بالتفصیل بیان کر دیئے۔ اس وقت ملکہ پوپیا اور ٹیگیلینوس نے شہنشاہ نیرو کو صلاح دی کہ آپ روما کو جلد تر تشریف لے چلیں۔ لیکن نیرو نے بڑی بیدردی سے روم جانے سے قطعی انکار کر دیا۔ نیرو سے یہ شوکھا اور رُوکھا سا جواب پاکر ملکہ پوپیا اور ٹیگیلینوس کی تشویش کی کوئی حد نہ رہی

مجبوروں اور سرکاروں کا قصر شاہی میں تانتا لگا ہوا تھا جو شہر سے آگ
کے دم بدم بڑھنے کی خوفناک خبریں لاتے تھے مگر شہنشاہ نے اپنی کور
دلی کی وجہ سے انٹیئم چھوڑنے سے قطعی انکار کر دیا۔ آخر کار ٹیگیلینوس
نے قیصر سے کہا:-

ٹیگیلینوس۔ حضور انور! مجھے معاف فرمائیں اگر میں یہ کہنے کی
جرأت کروں کہ حضور کے اس وقت وہاں تشریف نہ لے جانے سے
اہل روم بہت برا مانینگے۔ دیوتاؤں کو یہ پسند ہوا کہ ان پر ایسی بڑی
آفت اور مصیبت نازل ہو۔ مگر ان لوگوں کو آپ کی ذات سے جیسے
وہ زمین پر بمنزلہ دیوتا کے مانتے ہیں۔ ضرور کچھ ہمدردی اور مدد کی
توقع ہوگی۔ کوئی بادشاہ وقت اس امر کو ہرگز گوارا نہیں کر سکتا کہ اس
کے دارالسلطنت میں آگ لگ رہی ہو اور وہ وہاں موجود نہ ہو۔
اور بالمخصوص ایسا بادشاہ جو اپنے ملک کا باپ کہلاتا ہو۔

نیرو۔ (غصہ سے پاؤں پٹک کر) تم کیا کہہ رہے ہو؟ بھلا کس کی
جرأت ہے کہ وہ یہ کہہ سکے کہ مجھے جانا چاہیے یا نہیں؟

دوسرے دن خبر لگی کہ شاہی محل میں بھی آگ لگ گئی ہے۔ نیرو نے
یہ خبر بڑی بے اعتنائی اور بے پروائی سے سنی اور بڑی حقارت سے
شانے سکیڑ کر کہنے لگا کہ ایک ناچیز محل کو جو کسی طرح بھی شہنشاہ کے
رہنے کے قابل نہیں ہے جل جانے دو۔ خوب ہوا کہ جل گیا۔ میں اس
کے مسمار کرانے کی تکلیف سے بچ جاؤنگا۔ اور جب لوگ یہ دیکھینگے

کہ ہمارے مکانوں کے ساتھ بادشاہی محل بھی جل رہا ہے تو اُن کی خاطر جمعی اور تسکین ہو جائیگی"۔

ملکہ پوپیا اور ٹگیلینوس کو شہنشاہ کے ان کلمات نے حیرت کا پُتلا بنا دیا اور مارے خوف کے زبان تک نہ ہلا سکتے تھے۔ نقشِ دیوار کی طرح خاموش کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ اس وقت اچانک ملکہ پوپیا کے ذہن رسا میں ایک کارگر تجویز سوجھی۔ اُس نے دھیمی آواز میں ٹگیلینوس سے اس انداز میں کہا کہ بادشاہ بھی بخوبی سُن سکے

پوپیا۔ واہ واہ کیا خوب قابل دید تماشا ہے کہ تمام روم میں آگ لگ رہی ہے اور ہم یہاں ہیں۔ ایسی آگ نہ کبھی پہلے لگی اور نہ کبھی لگیگی۔ اگر شہر کو خاکستر ہو کر ہی رہنا ہے تو کم از کم اس نظارے کا لطف تو اُٹھا لینا چاہیئے۔

نیرو (فوراً پوپیا کی چال میں آکر) آپ کا خیال بہت درست ہے واقعی وہ نہایت ہی عجیب و غریب نظارہ ہوگا۔ افسوس اس سے بے پروا ہو کر غفلت میں اس موقع کو کھوئے دیتا ہوں۔ یہ بات تم نے پیشتر ہی کیوں نہ بتلائی۔ دیکھو ٹگیلینوس ہم ابھی چلتے ہیں۔ ایک پل کی بھی دیر میری برداشت سے باہر ہے۔

اب چونکہ شہنشاہ کو ایک نئی بات سوجھ گئی تھی۔ روم جانے کے لئے اُس کی بے صبری ایسی بڑھی ہوئی تھی۔ جیسے کہ اُس کی سابقہ بے پروائی اور روم نہ جانے کی ضد۔ اب وہ روانگی کا سامان درست

کرنے کے لئے ذرا بھی مہلت دینا نہیں چاہتا تھا۔ اُس نے فوراً روانگی
کا حکم دیا اور کہا کہ جن جن چیزوں کی ضرورت ہے غلام کو کہہ دیں وہ ہماری
روانگی کے بعد لیتے آئیں گے۔ تماشے کا بہت سا لطف تو ہم غفلت سے
پیشتر ہی ضائع کر چکے ہیں۔ میں کیسا نادان اور بیوقوف ہوں۔ اس زمانے
کا سب سے عمدہ تماشا ہو۔ اور میں اسے دیکھنے نہ جاؤں!

پس وہ یہ کہتے ہی توسنِ بادپیما پر سوار ہو کر ٹیگیلینوس اور باڈی گارڈ
کے ہمراہ شمال کی جانب بڑی تیزی اور ہوا کی سی رفتار سے چل کھڑا ہوا
روم اور انیٹیم کا فاصلہ تین میل کے قریب تھا۔ جو کہ سواروں نے ۲ ½
گھنٹہ میں طے کر لیا۔ اول ہی اول شمال و مشرق کی جانب دھوئیں کا ایک
گہرا سیاہ بادل نظر آیا جس میں آگ کے درخشاں شرار سے برقِ درخشاں
کا سماں باندھ رہے تھے۔ نیرو جوں جوں آگے بڑھتا جاتا تھا اس
مصیبت کے اور وحشت خیز آثار بھی نظر آنے لگے۔ گاڑیوں اور چھکڑوں کا
ایک تانتا بندھا ہوا تھا۔ جو کہ اسباب اور سامان کو لاد کر جنوب کی
طرف لئے جا رہے تھے۔ اور ہزارہا ہزار اشخاص معہ عیال و اطفال کے
اپنے اپنے اسباب کے ساتھ پا پیادہ روتے پیٹتے اور آہ و زاری کرتے
ہوئے جا رہے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے کہ جنکی آتش زدگی کی وجہ سے خانہ بربادی
ہو گئی تھی۔ یہ مصیبت زدہ اشخاص اپنے اپنے رشتہ داروں عزیزوں
اور دوستوں کے پاس عارضی سکونت کی تلاش اور جستجو میں جا رہے
تھے۔ جونہی شہنشاہ نیرو معہ اپنے ہمراہیوں کے شہر پناہ کے قریب پہنچا

اُس نے شاہراہ کی ہر دو جانب کھیتوں میں خیمے اور جھونپڑیاں دیکھیں کہ
جن میں ہزارہا بے خانماں و ماں اشخاص نے پناہ لے رکھی تھی۔ سڑک پر لوگوں
کی دو رویہ قطار تھی جو کھڑے ہو کر مستعدین کو مدد کے لئے پکارتے اور
ساتھ اپنی حالت پر زار زار رو کر رحم کی التجا کر رہے تھے۔

روما کے قصرِ شاہی پر جب نیرو پہنچا تو معلوم ہوا کہ شاہی محل کسی
فوری خطرے میں نہیں ہے۔ ہاں اگر تند ہوا چلتی رہے تو یقیناً چند
گھنٹوں کے بعد اس میں بھی آگ لگ جائیگی۔ لیکن اگر قصرِ شاہی کی تباہی
کسی صورت سے ٹل بھی جاتی تو شہنشاہ کو نہایت مایوسی کا سامنا ہوتا۔
کیونکہ شہر کے از سر نو تعمیر کرنے میں جو جو تجاویز اُس نے اپنے ذہن میں پاس
کی تھیں۔ اُن میں سے ایک شاہی محل کا از سر نو تعمیر کرنا بھی تھا۔ نیرو اس
شاہی محل کو ایسا وسیع اور عالیشان بنانا چاہتا تھا کہ دُنیا میں اُس کی
نظیر قطعی ناپید ہو۔ جب اُس نے دیکھا کہ شاہی محل کے جلنے میں ابھی دیر
ہے تو اُس نے ایک تجویز اپنے دل میں سوچی جو یہ تھی کہ "چونکہ شہر روم کا
جل جانا واقعی ایک عدیم النظیر تماشا ہے۔ اس لئے اس کا سوانگ بھی
بنایا جائے۔ یہ کیسا عمدہ اور نادر موقع ہے۔ میں یہ کہا کرتا تھا کہ
تھیٹر کے سوانگوں اور تماشوں میں صرف تصنع اور بناوٹ اور محض ایک
نقل ہوتی ہے جس میں اصلیت اور حقیقت کا شائبہ تک بھی نہیں ہوتا
مگر یہ تو ایک اصل حقیقت ہوگی۔"

اس نے اس تجویز کو ٹھکانے لگا کر چھوڑا۔ اور اپنی تجویز کو عملی جامہ

پہنایا۔ سب سے پہلی فکر جو بادشاہ کو دامنگیر ہوئی وہ یہ تھی کہ محل میں داخل ہوتے ہی تماشے کے متعلق مشق کرائی جائے۔ دن بھر نیرو اپنے معشوق جیسیں کی مشق پر ربط پیدا کرتا رہا اور ایک یونانی آزاد شدہ غلام البنڈیمون سے اسکو چند اشعار سناتا رہا۔ جس میں ٹرائے کی بربادی اور آتشزدگی کا حال تھا۔

یہ سوانگ شام کو بھرا گیا۔ قیصر شاہی کی دوسری منزل میں قوسی شکل کا ایک حجرہ تھا جس کے دریچوں میں سے جلتے شہر کا منظر بخوبی نظر آتا تھا۔ اس کو بسرعت تمام بصورت تیاتر آراستہ کیا گیا۔ تماشائی صرف شہنشاہ کے آزاد شدہ غلام اور شاہی گارد کے افسر تھے۔ اس گول کمرے میں قطار در قطار کرسیوں پر سٹیج کے بالمقابل بیٹھے ہوئے تھے۔ اور جلتا ہوا شہر معہ اپنے دخانی بادلوں اور تواتر کے جو دریچوں میں سے نظر آرہا تھا۔ سٹیج کی پشت کا کام دے رہا تھا۔ ان تمام باتوں نے ایک ایسا عجیب و غریب منظر پیدا کر دیا تھا جو ایک ذہین سے ذہین اور شوخ سے شوخ طبع اور چابک دست مصور کے خیال میں بھی ہرگز ہرگز نہ آیا ہوگا تماشے کے لئے رات کا وقت پسند کیا گیا۔ کمرے میں چراغ کا نام و نشان نہ تھا۔ تماشاگاہ میں صرف دو ایکٹر تھے۔ ایک تو خود شہنشاہ نیرو۔ اپنی بربط لئے ہوئے اور دوسرا ایک آزاد شدہ غلام تھا جب آگ کا کوئی بڑا شعلہ کھلے صحن میں بلند ہو جاتا تھا تو اس کی صورت زیادہ صفائی سے نظر آجاتی تھی اور جب وہ شعلہ فرو ہو جاتا تھا تو

وہی تیرگی چھا جاتی تھی۔ اور نیرو کے پُر مسرت زمزموں کے ساتھ سوز وگداز کی رنگت انگیز آوازیں بھی شہر کی طرف سے آتی رہتی تھیں۔ کبھی کسی مکان کے گرنے کی ہولناک آواز اور ساتھ درد و غم سے بھری ہوئی اور رُوح فرسا چیخیں سنائی دیتی تھیں۔ جو ایکبار کی آواز اور بربط کے سُروں پر غالب آجاتی اور فضائے آسمان پر پہنچکر غائب ہوجاتی تھیں۔ تمام دُنیا کی تاریخ میں غایت درجہ کی مسرت بخش اور انتہا درجہ کی رنج دہ باتوں کا شاید ہی ایسا اجتماع ہُوا ہوگا جیسا کہ اِس وقت واقع ہُوا کہ ادھر دم بھر میں خوفناک آگ لگ رہی تھی اور ہر متنفس کی چشم فرطِ نوائب و آلام سے اشکبار تھی۔ اور بیچاری رعایا کے لیے یہ سخت بے قراری، ہراس اور اضطراب کا عالم تھا اور اُن کی گریہ وزاری اور چلّا چلّا کر اور پھُوٹ پھُوٹ کر رونے کے سبب سے تمام شہر میں سخت کہرام بپا تھا۔ اور اُدھر ظالم نیرو اُن کے مصائب و آلام پر فرطِ مسرت سے مست ہو ہو کر جھومتا اور تالیاں بجاتا اور کھلکھلا کر ہنستا اور قہقہے لگاتا تھا اور بربط بجاتا ہُوا اظہارِ مسرتِ موفور کر رہا تھا۔ آہ! آہ!! آہ!!! ایسی سنگدلی اور شقاوتِ قلبی کی بھی کوئی حد ہے؟

باب دہم

اِستمالتِ قلُوبِ خلائق کی تدابیر

یہ خوفناک بھسم کر دینے والی آگ برابر آگے بڑھتی چلی جاتی تھی۔ اور تماشا ختم ہونے سے پہلے پہلے اس قدر نزدیک آگئی تھی کہ اس کی حرارت اور لپٹ

تماشائیوں کو بھی محسوس ہونے لگی تھی - نیرو کی دلی تمنا تھی کہ وہ تماشائیں اپنا پارٹ
اُسی اطمینان اور خاطر جمعی کے ساتھ ادا کرتا چلا جائے - جیسے کہ بڑے بڑے مشہور
ایکٹر کرتے ہیں - اِس لئے اُس نے دل میں آگ کا کچھ بھی خیال نہ لاتے ہوئے یہ
ظاہر کیا کہ گویا اُسے بالکل خبر ہی نہیں ہے اور وہ اپنا پارٹ برابر ادا کرتا رہا
اور اُس کے ختم ہونے کے بعد وہ خراجِ تحسین حاصل کرنے کے لئے بار بار آگے
بڑھا - مگر باوجود اِس ظاہری اطمینان کے قیصر نیرو کے دل پر سخت قسم کا اضطراب
طاری ہو گیا تھا - اُس کی لگوائی ہوئی آگ ایک ایسی بلائے عظیم تھی کہ جسکو اُس
نے معمولی بات سمجھ کر شروع تو کرا دیا تھا - مگر اب فرو کرنا اور کرانا کسی کی ہنسی کی
بات نہ تھی - لاشائبہ اس کی تمام ہمت اور طاقت سے بعید تھی - مکتہب نوائرِ
جوالہ کی غارت گری اور دست رسی صرف اُسی حد تک محدود نہ رہ گئی تھی
کہ جہاں تک اُس کی دلی آرزو تھی - اِس عالمگیر آگ نے نیرو کی خیالی معینہ حدود سے
بھی باہر قدم جا دیئے اور اپنا دستِ تطاول دراز کرتی چلی گئی اور کئی نہایت ہی قدیمی
تاریخی عمارات بھی جلکر خاکستر ہو گئیں - اس ناگہانی عظیم آتشزدگی سے جس قدر
نقصانِ جان و مال ہوا وہ حیطۂ تحریر اور احاطۂ شمار سے باہر ہے - یہ کہنا بالکل
بجا ست و صحیح ہے کہ قدیم شہر رُوما بالکل برباد اور خاکستر کا ڈھیر ہو کر رہ گیا اور
اُس کے ساتھ ہی نہایت ہی قدیم زمانے کی قابلِ یادگار عمارتوں کا بھی خاتمہ
ہو گیا - اس وقت آتشزدگی کے روکنے کی کوشش بلیغ کی گئی چھٹے دن اُسکو
لائین پہاڑی کے دامن میں خود نیرو نے اِس کام کی نگرانی کی - اور مناسب
تدابیر عمل میں لایا - تھوڑی دیر تک تو یہ زبردست اور مؤثر تدابیر کارگر ثابت

ہوئیں لیکن شام ہوتے ہی آگ پھر بھڑک اٹھی۔ اور مسلسل تین دن تک سخت بربادی اور تباہی پھیلاتی چلی گئی۔ اُس وقت شہر کے وہ حصے بھی جاکر خاک سیاہ ہو گئے کہ جن کے برباد کرنے کا خواب و خیال بھی نیرو کو نہ آیا تھا۔ القصہ جب رفتہ رفتہ کئی دن کے بعد آگ فرو ہو گئی تو معلوم ہوا کہ روم کے ۱۴ وسیع حلقوں میں سے صرف ۴ حلقے صحیح و سالم بچ گئے ہیں۔ باقی دس سوختہ حلقوں میں سے تین حلقوں میں تو کچھ بھی باقی نہیں رہا تھا۔ اور باقی کے سات حلقوں میں صرف چند سوختہ عمارتیں دیواروں کی شکل میں کھڑی رہ گئی تھیں۔ اور ان میں سے زیادہ تر یا تو بالکل برباد ہی ہو گئی تھیں یا اُن کی ایسی ناگفتہ بہ حالت ہو گئی تھی کہ انہیں مسمار ہی کرنا پڑا۔ چونکہ نیرو شہر روما کو ایک نئے ڈھنگ پر نہایت ہی عمدہ اور خوبصورت بنانے کے خیال میں منہمک تھا اور اس خیال کی تکمیل میں ہر لحظہ غلطاں و پیچاں رہتا تھا۔ اس لئے اُسے سب سے پہلے نیے خانمان لوگوں کی فوری ضروریات کی طرف مجبوراً متوجہ ہونا پڑا۔ جو سوادِ شہر میں کشادہ مقامات میں پڑے ہوئے مصروفِ آہ و بکا تھے۔ اور سخت مصیبت کی مایوسانہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ گو اُسکی فطرت اور طبیعت میں رحم و ہمدردی کے جذبات ہرگز ہرگز نہ تھے۔ لیکن تو بھی نظم و نسقِ سلطنت کی خاطر اُس نے اُن کی ضروریات پورا کرنے کے لئے روپے پیسوں کا مینہ برسا دیا۔ اور اُن کے رہنے کے لئے اُس نے وہ عالیشان عمارات دیدیں جو قیصر آگسٹس کے داماد اگریپا نے میدانِ مریخ میں تعمیر کرائی تھیں۔ اور دیگر عالیشان عمارتیں۔ حمام جو شاہی خاندان کے مخصوص تھے۔ اور بڑے بڑے وسیع احاطے جہاں لوگ کاروبارِ سلطنت و تفریحِ حکام کے لئے جمع ہوا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ

منادر تک بھی ان خانماں برباد لوگوں کی پناہ کے لئے کھول دیئے۔ اور جب یہ
بھی ناکافی ثابت ہوئے تو شہری باغوں میں جھونپڑیاں ڈال دی گئیں اور خیمے
ایستادہ کرا دیئے گئے۔ اور ان کو موسم گرما کی چلچلاتی دھوپ سے بچایا گیا۔
جس طرح ان مصیبت زدہ لوگوں کی سکونت کا انتظام کیا گیا۔ اُسی طرح
اُن کے خورد و نوش کا بند و بست بھی کیا گیا۔ غلہ بکثرت مفت تقسیم کیا گیا
اور نرخ بھی نہایت ہی ارزاں کر دیا گیا کہ قبل ازیں کبھی نہ ہوا تھا۔ اور علاوہ
ازیں امیر کبیر منصبداروں نے با تخود ہی ان مفلوک الحال لوگوں پر رحم کر کے
بادشاہ نیرو کی تاکیدی تحریکوں کے باعث اس کثرت سے خیرات کی۔ کہ نیرو
کی فیاضی بھی اُن کی خیرات کے بالمقابل گرد ہو گئی۔

لیکن رومیوں کے دل کو ہشاش بشاش رکھنے کے لئے سامانِ تفریح و
تفنن کی بھی اشد ضرورت تھی۔ پس جس قدر جلد ممکن ہو سکا نیرو نے ایک بڑی
پُر تکلف دعوت کی تیاریاں شروع کر دیں اور اُسے کامل اُمید تھی کہ دعوت کی
شان و شوکت رومیوں میں ضرور زندہ دلی پیدا کر دیگی۔ فی الحقیقت رومیوں
کو بڑی دھوم دھام کی دعوتوں اور تماشوں کا بے حد دلی شوق تھا۔ وہ تماشوں کے
بے حد شائق تھے۔ اہل روما گرسنگی کی تکلیف گوارا کر سکتے تھے مگر زندہ دلی ان کی
برداشت سے باہر تھی۔ لہذا نیرو کے حکم سے سرکس کا برباد شدہ حصہ بڑی
عجلت سے از سر نو درست کر دیا گیا۔ تلوار باز سلحشور بکثرت جمع کئے گئے۔
جو رومیوں کے ہر دلعزیز تماشے کی روحِ رواں تھے۔ اہل روما کو جس قدر
زیادہ کشت و خون کا تماشا دکھایا جاتا تھا اُسی قدر زیادہ جوش اور انبساط

ہوتے تھے۔ بازی گر جانوروں کی تعداد بالکل کم رہ گئی تھی۔ کیونکہ بہت سے
حیوان یا تو آگ کی نذر ہو گئے تھے۔ یا آگ کے خوف سے خندقوں میں ڈوب مرے
تھے۔ تماشے کا دن آخر ماہ ستمبر ۶۴ء تھا۔ اور آتشزدگی کو اُس وقت قریباً تین
ماہ گذر چکے تھے۔ تماشا نایاب اور نہایت خوبصورت جانوروں کی نمائش سے شروع
ہُوا۔ پھر حیوانوں کی لڑائی ہوئی۔ سب سے اوّل ہاتھیوں کی دوڑ ہوئی۔ پھر سب سے
آخر میں شمشیر بازوں کی باری آئی جس میں تیس مرد کام آئے۔ جب تماشا ختم ہو چکا
تو عوام الناس کو اپنے خیالات کے ظاہر کرنے کا عمدہ موقع ملا۔ کیونکہ سرکس ایک ایسا
مقام تھا کہ جہاں رومیوں کی قدیم آزادی کے نشان پائے جاتے تھے۔ اُن کو
منجانب شہنشاہانِ روم سرکس کے مقام میں اپنی ضرورتوں اور ناراضگیوں
کے اظہار کی عام اجازت تھی۔ شہنشاہانِ روم باوجود ستم پیشہ اور خود مختار و مستبد
حکمران ہونے کے نہایت دُور اندیش تھے۔ وہ شورش کے خیالات کے اظہار
کے لئے جن کا ہمیشہ دبائے رہنا خطرناک نتائج پیدا کرتا ہے عمداً اِس قسم کے
موقع بہم پہنچایا کرتے تھے۔ علاوہ بریں اس طریقے سے اُن کو بلا وساطت
غیرے یہ معلوم کرنے کا عمدہ موقع ملتا تھا کہ ہماری نسبت غریب رعایا کے صحیح
اور حقیقی خیالات کیا ہیں؟

اس سرکس کے موقع پر رعایا کے سچّے اور خوفناک جوش کا خوب ہی اظہار
ہُوا۔ لوگوں کا غصہ نیرو پر بھڑک اُٹھا۔ اُن کے زور کے نعروں سے آسمان
گونج اُٹھا۔ وہ متفق اللسان ہو کر پکارنے لگے کہ اس آگ لگانے والے
اور روم کو بھسم اور خاک سیاہ کر دینے والے نیرو کو مارو۔ یہ برادرکُش ہے۔

جس نے اپنی والدہ اگر پینا کو قتل کر ڈالا۔ یہ احسان فراموش اور نیکوں کا دشمن ہے جس نے نہایت ہی نیک بخت اور رعایا پرور ملکہ اوکٹیویہ کو ہلاک کر دیا یہ بے گناہوں کا خون بہانے والا شخص ہے جس نے شہزادہ برطانیکس کو شربتِ مرگ چکھایا۔ اے نیرو! ہمیں اگستس کے فرزند دیدے تو نہایت ظالم اور کور باطن ہے۔ جس نے روم کو اپنے حکم سے پھنکوا دیا۔ اور ہم بیشمار لوگوں کو بے خانماں کر دیا۔

نیرو نے اوّل ہی اول اُن کے ان پرزور الفاظ سے اپنی بے اعتنائی اور نفرت جتائی۔ اور اپنی نشست گاہ پر آکر تھیلیوں پر تھیلیاں کھول کھول کر لوگوں پر روپے کی بارش کی تاکہ یہ شورش دب جائے اور فتنہ فرو ہو جائے لیکن لوگوں نے روپے چھین چھین کر شہنشاہ کے سامنے اُن پر تھوکا۔ اور پھر کمال نفرت کے ساتھ اُن کو زمین پر پھینک دیا۔ تب تو نیرو کے کان کھڑے ہوئے اور ہوش گم ہوئے۔ اور شاہی گارد کے ایک دستہ کی حفاظت میں بعجلت تمام سرکس سے کھسک گیا۔ لوگ اُس پر آوازے کستے کے کستے رہ گئے۔ عوام الناس کی اس کارروائی سے نیرو کو صاف طور سے معلوم ہو گیا۔ کہ لوگوں میں میری نسبت ایک خطرناک ناراضگی پھیلی ہوئی ہے۔ جس کے فرو کرنے اور دبانے کے لئے کوئی فوری تدبیر یا تفرد اختیار کرنی چاہئے۔ ورنہ اس کا نتیجہ میرے حق میں نہایت ہی خطرناک ہوگا۔



باب یازدہم

بہتانِ عظیم

یا نقین روم کو کافی عرصہ گذر چکا ہے اور آتشزدگی کی حقیقت اور اصلیت کو نیرو ابھی تک بڑی حکمت اور چالاکی سے دبائے ہوئے ہے۔ کیونکہ وہ خود جانتا تھا کہ اس خوفناک آتشزدگی کا باعث میں ہی ہوں۔ لیکن جبکہ سرکس کے آخری دن وہ واقعہ پیش آیا کہ جس کا ذکر گذشتہ باب میں کیا جا چکا ہے اور اُس کو اس امر کا یقین کامل ہو گیا کہ لوگ مجھ پر آگ لگانے کا شبہ کرتے ہیں اور اُن کے دلوں میں میری طرف سے حد درجہ کی ناراضگی پائی جاتی ہے۔ اور یہ رازِ سربستہ طشت از بام ہوا چاہتا ہے تو اس کے حواس باختہ اور اوسان خطا ہو گئے۔ پس اُس نے سوچا کہ فوراً کوئی ایسی تدبیر عمل میں لانی چاہیئے کہ جس سے یہ شورش دب جائے۔ اور میری اس حرکتِ ناشائستہ کی طرف کسی شخص کا خیال منعطف نہ ہو سکے۔ لہذا اُس نے قصرِ شاہی میں پہنچتے ہی اپنے دونوں مشیروں کے ساتھ اس بارے میں مشورہ کیا۔

نیرو (تجاہلِ عارفانہ سے) روم پر دیوتاؤں کا جو قہر نازل ہوا ہے اُس سے آپ لوگ کماحقہٗ واقف و آگاہ ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی آفات و بلیاتِ سماوی بلا وجہ نازل نہیں ہوا کرتیں۔ کوئی بڑی شرارت اور فسق و فجور شہر روم میں ضرور ہوتا رہا ہے۔ عوام الناس مطالبہ کرتے ہیں کہ ملزموں کو قرار واقعی سزا

دی جائے۔ اور میری دانست میں اُن کا مطالبہ حق بجانب ہے۔ بھلا تیاؤ تو سہی کہ اُن کو گرفتار کرنے کی کیا تدبیر کی جائے۔ اور پھر کس طریق سے سزا دی جائے تاکہ سب کے لئے نمونہ عبرت ہو۔

ٹیگیلینوس ۔حضور عالیجاہ! میں نے شہر کے ججوں سے دریافت کیا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ اُن کی حراست میں چالیس بدمعاش ہیں جو کہ شہر روم میں آگ لگا رہے تھے۔ اور اُن کو لوگوں نے عین ارتکاب جُرم کے وقت گرفتار کر لیا تھا۔

(جونہی ٹیگیلینوس کے منہ سے یہ کلمات نکلے۔ نیرو کے چہرے کا رنگ زعفران ریز ہو گیا۔ ایک رنگ آتا اور جاتا تھا۔ منہ پر ہوائیاں اُڑنے لگیں کہ ایسا نہ ہو کہ یہ بھانڈا پھوٹ جائے اور بنا بنایا کھیل برباد ہو جائے۔ لوگ مجھ پر ٹوٹ پڑیں اور میری تکا بوٹی کر دیں۔ اور اپنے دل کی بھڑاس نکال لیں)

اگر اُن سب کو بعد تحقیقات عوام الناس کے سامنے اس جُرم سنگین کی پاداش میں تہ تیغ کر دیا جائے تو عوام الناس کی خفگی عمدہ طور سے رفع ہو جائیگی بس یہی ایک تدبیر ہے جو میری دانست میں عین مناسب ہے۔

نیرو ٹیگیلینوس کی رائے کو سُنکر گم سُم ہو گیا۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ زیر بحث معاملہ پر غور کر رہا ہے۔ مگر دراصل اس کے دل میں یہ خیال شل خار کھٹک رہا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ قیدی اپنی ریت کو مدِ نظر رکھ کر جلد بازی سے کام لیں اور میرے خاص پوشیدہ راز کو ظاہر کر دیں۔ جس کا ظاہر ہونا میرے حق میں سم قاتل سے کم نہیں۔ اس لئے وہ چاہتا تھا

کہ کسی نہ کسی طریقے سے ٹیگیلینوس کی رائے صائب کو کرسی نشین نہ ہونے دے

نیرو (اُن قیدیوں کی طرف سے ٹیگیلینوس کی توجہ کو ہٹا کر) ٹیگیلینوس! تم غلطی میں مبتلا ہو۔ کیونکہ اگر یہ بالیقین کسی دوسرے صوبہ میں ہوئی ہوتی تو احتمال نہیں۔ گمان نہیں بلکہ کامل یقین ہو سکتا تھا کہ یہاں کے سرکش لوگوں نے عمداً آگ لگا دی ہے۔ مگر یہ تو یہاں واقع ہوئی ہے۔ اس لئے میری رائے میں یہ قطعی ناممکن ہے کہ یہاں کے آدمی اپنے ہی شہر میں آگ لگا کر تماشہ دیکھیں۔ اور خود ہی آگ لگا کر معہ مال و متاع کے جل مریں۔ اغلب ہے کہ رومیوں کے دشمنوں میں سے کسی کا کام ہو یعنی اہلِ پارتھیا یا اہلِ جرمن حیرت انگیز سازش کر کے اس فعل ناشائستہ و ناشائستہ کے مرتکب ہوئے ہوں۔

ٹیگیلینوس۔ میں حضور عالیجاہ کی بات میں فی نکالنا نہیں چاہتا۔ مگر ہاں یہ امر مسلمہ ہے کہ اہلِ پارتھیا آجکل ہمارے طرفدار۔ ہوا خواہ۔ وفادار اور محبّ صادق ہیں۔ اُن سے یہ فعلِ مکروہ سرزد نہیں ہو سکتا۔ اور اہلِ جرمن سے ایسی توقع رکھنا بالکل فضول ہے۔ کیونکہ وہ تو قطعی وحشی اور نہایت کوڑ مغز ہیں اُن سے ایسی ہوشیاری اور چالاکی کا فعل کیسے سرزد ہو سکتا ہے؟ اگر یہ فعل اُن سے سرزد ہوا تو سمجھ لیجئے کہ بھیڑے کے گھر لڑکا پیدا ہوا۔

ٹیگیلینوس کی اس راست بیانی کے بعد ایک بڑا اضطراب خاموشی طاری ہو گئی۔ نیرو کی نسبت ٹیگیلینوس کے دل پر اس پریشان کن کیفیت کا نہ یاد اثر ہوا۔ کیونکہ وہ اُن خیالات سے خوب واقف تھا۔ جو عوام الناس میں عام طور سے پھیلے ہوئے تھے۔ کہ اس خوفناک آتشزنی کا بانی خود نیرو

ہی ہے۔ اور اس یقین کے لئے اُن کے پاس کافی ثبوت بھی موجود تھے اور خود ٹیگیلینوس بھی اس حقیقت سے واقف تھا۔ مگر وہ چاہتا تھا کہ شہنشاہ کو ملزم ثابت کرنے کے بجائے کسی اور شخص کو ملزم قرار دے۔ دفعۃً اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ بہتر یہی ہے کہ یہ الزام کا چھڈا اُمرائے روم کے سر پر رکھ دیا جائے وجہ یہ تھی کہ چونکہ ٹیگیلینوس تو خود رذیل اور کمینے خاندان میں سے تھا۔ اس لئے وہ بمقتضائے خستتِ طبع قدیم جلیل القدر خاندانی اُمراء کے ساتھ جبلّی بغض وعناد اور حسد و خصومت رکھتا تھا۔ بہت سے عالی خاندان اُمراء اُس کی عیاری کا پہلے ہی شکار ہو چکے تھے۔ مگر اس وقت بھی وہ باقی رہنے سہنے عالی تبار امرا کا بالکل ہی صفایا کرا دینے پر تُلا ہوا تھا۔ اور ہمیشہ اسی خیال میں منہمک رہتا تھا۔ آخر ٹیگیلینوس نے مُہرِ سکوت کو توڑا اور یوں گویا ہوا:۔

ٹیگیلینوس۔ جہاں پناہ دشمن تو گھر ہی میں ہیں۔ باہر تلاش کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ ہو نہ ہو۔ یہ شرارت اُمرائے روم ہی کی ہے۔

نیرو۔ کیا یہ محض تمہارا شبہ ہی شبہ ہے یا تم اپنے علم الیقین سے کہتے ہو؟

تا کجا انتظار ٹیگیلینوس جواب میں کچھ کہنا چاہتا ہی تھا۔ کہ ملکہ پوپیا جھٹ متعرضِ سخن بن کر بول اُٹھی۔ کیونکہ وہ بھانپ گئی تھی کہ ٹیگیلینوس کا مقصد تو یہ تھا کہ نیرو کے شکوک کو تازہ کر کے امرائے روم کا پھر قتلِ عام کرایا جائے۔ تاکہ اس سے اُس کی دولت۔ عزت۔ مرتبہ اختیار اور اعتبار میں اور بھی زیادہ ترقی ہو جائے۔ مگر ملکہ پوپیا اس کی اس تجویز کو قطعی ناپسند کرتی تھی۔ کیونکہ وہ جانتی تھی۔ ٹیگیلینوس ایک فطرتی عیار اور بڑا چالاک۔ ترفروش اور عیدالغرض

شخص ہے۔ وہ ہرگز نہ چاہتی تھی کہ ٹگیلینوس اُس سے زیادہ زبردست شخص بن جائے۔ ممکن ہے کہ وہ آئندہ قیصر پر اور زیادہ قابو پالے اور اس کو بالکل اپنے بس میں کرلے۔ اور شہنشاہ اُس کے ہاتھ میں کٹھ پتلی کی طرح ناچے۔ علاوہ بریں اس وقت وہ خود اپنی ایک تجویز پر شہنشاہ کی توجہ کو مائل کرنا چاہتی تھی۔ اس لئے اُس نے مزاحمت کی اور اپنی تجویز کو پیش کر دیا۔

پوپیا۔ سرتاج من! روم میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ جو نہ صرف زردیوں بلکہ کل بنی آدم کے دشمن ہیں۔ اور ممکن ہے کہ انہوں نے اپنا بغض اس طرح نکالنا چاہا ہو کہ بنی آدم کی نہایت عالیشان عمارات کو تباہ و برباد۔ بلکہ برباد کر دیا جائے۔ آپ نے کرسٹس (مسیح) اور اُن آدمیوں کا جو اپنے آپ کو کرسٹان (مسیحی) کہتے ہیں۔ حال سُنا ہوگا؟

نیرو۔ ضرور اگر میری یاد غلطی نہیں کرتی تو کیا ترسس کا ایک یہودی پولوس نام جو رومی حقوق بھی رکھتا ہے۔ انہی کے سرگروہ لوگوں میں سے نہ تھا؟ جو کہ گزشتہ دو سال پہلے میری عدالت سے بے گناہ ثابت ہونے پر رہا کر دیا گیا تھا

پوپیا۔ ہاں ہاں وہی پولوس بقول یہودیان روم ایک نہایت خطرناک شخص اور مسیحی بدعتی فرقہ کا سرغنہ ہے۔

(یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ملکہ پوپیا پولوس رسول کو بڑی نفرت اور کراہیت کی نگاہ سے دیکھتی تھی کیونکہ اس سے قریباً دو برس پہلے اس کے روم میں آنے پر پوپیا نے اس کی نسبت چند افواہیں سُنی تھیں جن کے باعث اس کے شوقِ تحقیقات کو بڑی ترقی ہوئی تھی۔ مگر پوپیا کے اُن یہودی دوستوں

کے پاس جو روم میں رہتے تھے پولوس کے بارے میں یروسلم کے یہودیوں سے اشتعال انگیز خبریں آئی تھیں کہ جن کے سبب سے وہ پولوس رسول کی خصومت پر آمادہ ہو گئے تھے۔ اور پوپیا بھی جسے مطلق معلوم نہ تھا کہ یہودیوں اور مسیحیوں میں کیا فرق ہے۔ غلطی سے یہودیوں کے بہکانے سے پولوس رسول کی دشمن بن گئی تھی۔ چنانچہ جب پولوس رسول شہنشاہ نیرو کے سامنے جوابدہی کے لئے حاضر کیا گیا تو ملکہ پوپیا نے اپنے یہودی دوستوں کی سفارش پر اس کی موت کا فتوے صادر کرانے کے لئے اپنی ایڑی چوٹی تک کا زور لگا دیا تھا۔ لیکن جب وہ ماجور حامیہ اور سابق ناظر النظار کی پر زور سفارش پر مؤتمر کی طرف سے بری کر دیا گیا تھا۔ تو اُسے اپنی ناکامی پر حد درجہ کا رنج اور قلق ہوا تھا۔ اور کئی دن تک نیرو سے رُوٹھی رہی تھی اور اپنے پر دانہ پانی حرام کر رکھا تھا۔)

نیرو۔ میری پیاری ملکہ۔ مجھے خوب معلوم تھا۔ کہ تم خواہ مخواہ اور بلا وجہ محض یہودیوں کی سفارش پر اس غریب اور بے ضرر شخص سے ناراض تھیں تم تو یہ چاہتی تھیں کہ میں بلاوجہ آنکھوں پر پٹی باندھ کر صرف تمہارے کہنے سے اس پر سزائے موت کا فتوے صادر کر دوں۔ مگر فی الحقیقت میں نے اُس میں ایک خطا بھی نہ پائی۔ میں اب بھی یہ کہنے کے لئے بالکل تیار ہوں کہ اُس پولوس کی نسبت تمہاری رائے ہرگز معقول اور درست نہیں ہے۔ وہ پاکیزگی۔ نیکی اور خیر خواہی عوام الناس کا پُتلا ہے۔ اور خلق مجسم ہے۔ اس کا مذہب چاہے کچھ ہی ہو۔ مگر جو کچھ وہ اس وقت کہہ رہا تھا۔ بڑے تیقن اور دلی جوش کے ساتھ کہہ رہا تھا۔ اس کی ایک ایک بات میرے لوحِ دل پر نقش ہے۔ چونکہ وہ میری

ر اتے ہیں بہت ہی نیک شخص ہے۔ اس لئے اس کے مریدوں سے بھی کسی قسم کی شرارت۔ و ریبی کا ارتکاب نہیں ہوسکتا اور نہ میں یہ توقع اُن سے رکھ سکتا ہوں۔ میری سمجھ میں مسیحی فرقہ ایک تارک الدنیا فرقہ ہے اور بس۔

لیوسیا:۔ (گرہ جبیں ہوکر) عالیجاہا! آپ کی رقیق القلبی اور حد درجہ کی رحمدلی آپ کو اس سچی بات پر یقین لانے سے روکتی ہے۔ میں اُن تمام خوفناک باتوں کا جو مسیح کے پیرؤوں کی بابت بیان کی جاتی ہیں اور جو میری دانست میں بالکل صحیح اور درست ہیں۔ دسواں حصہ بھی بیان نہیں کرسکتی۔

نیرو۔ (مسکرا کر) ہاں میری جان! بیشک زیادہ سے زیادہ مسیحیوں کی نسبت یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایک نئی طرز کے یہودی ہیں۔ اور مجھے خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ تم صرف یہودیوں کو پسند کرتی ہو۔ اور صرف یہودیوں کی خاطر بیچارے مسیحیوں سے نفرت کرتی ہو۔ مگر بتاؤ تو سہی کہ باغی کون ہیں؟ یہودی یا مسیحی؟ میں دیکھتا ہوں کہ یہودی آئے دن عَلَم بغاوت بلند کرتے رہتے ہیں۔ اور رومیوں کا جُوا اپنے کندھوں سے اُتارنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ مگر مسیحیوں کو پولٹیکل اور دنیوی امورات سے کچھ واسطہ ہی نہیں ہے۔ وہ خالص مذہبی شخص ہیں اور اپنے مذہب پر سختی سے قائم ہیں۔ اور اس مذہب کی وجہ سے ہر قسم کے گناہ صغیرہ و کبیرہ سے کنارہ کش رہتے ہیں اور وہ ہر قسم کے فسق و فجور سے قطعی متنفر ہیں ہاں آج تک ایک مسیحی بھی میری عدالت میں بحیثیت مجرم پیش نہیں ہوا۔ بس میں یہودیوں جیسا ایسے نیک اور پاکیزہ فرقہ کو کسی صورت سے بھی بُرا نہیں کہہ سکتا۔

لوسیا۔ (نہایت گرم ہو کر) حضور والا! ان میں اور یہودیوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مسیحی دہریے ہیں۔ اپنے بچوں کی قربانی کرتے اور اُن کا خون پیتے ہیں۔ بڑے مردم خور ہیں۔ اُن میں حب الوطنی پائی نہیں جاتی۔ آرام سے الگ تھلگ رہتے ہیں۔ خفیہ غاروں اور تہ خانوں میں جمع ہو کر معلوم نہیں کہ کیا کیا صلاحیں اور کیا کیا مشورے کرتے رہتے ہیں۔ اُن کے آئے دن جلسے ہوتے رہتے ہیں۔ فی الحقیقت جیسا کہ میں نے یہودیوں سے سُنا۔ وہ ہمارے دیوتاؤں اور سلطنت کے پکے دشمن ہیں۔ وہ ہمارے دیوتاؤں کی ہتک کرتے اور اُن کی عبادت نہیں کرتے۔ بلکہ کسی نامعلوم خدا اور اُس کے بیٹے مسیح کی پرستش کرتے ہیں۔

نیرو۔ ٹیگیلینوس! کیا تم کو اِن مسیحیوں کا کچھ حال معلوم ہے کہ جن سے ملکہ کو اِس قدر نفرت ہے؟

ٹیگیلینوس۔ حضور عالیجاہ! یہ عجیب گینڈے کے لوگ ہیں اور عجیب قسم کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور اپنے اعتقاد پر سختی سے قائم رہنے والے ہیں۔ وہ کسی ایک خدائے واحد کے قائل ہیں اور صرف اُسی کی عبادت کرتے ہیں۔ وہ ہمارے دیوتاؤں کے آگے سربسجود نہیں ہوتے اور نہ اُن کے آگے خوشنودی کی قربانی چڑھاتے ہیں۔ نہ شراب پیتے ہیں۔ نہ سؤر کا گوشت کھاتے ہیں۔ اور لحم خنزیر کو مکروہ اور حرام جانتے ہیں۔ اور ہمارے ہاں کا کھانا بھی نہیں کھاتے ہیں۔ اور کسی کھیل کود میں بھی شریک نہیں ہوتے۔ نہ سرکس میں آتے ہیں نہ تھیٹر میں۔ وہ بالکل خشک زاہدانہ اور بے لطف زندگی بسر کرتے ہیں اور ہر طرح کی تن پروری

اور عیش و عشرت سے قطعی نفور ہیں۔ نفس کشی اُن کا شعار ہے۔ اپنے قول و فعل میں یکساں راست اور صادق اور بنی نوع انسان کے خاص طور سے ہمدرد ہیں۔ بس صرف اتنا ہی مجھے معلوم ہے۔

نیرو ۔ اور اُن خفیہ مجرموں کی بابت تم کیا جانتے ہو۔ جنکا ذکر ملکہ پوپیا نے کیا ہے کیا تمہارے خیال میں وہ فی الحقیقت ان جرائم کبیرہ کے مرتکب ہیں؟ کیا ہم اُن کو واقعی مجرم کہہ سکتے ہیں۔

ٹیگیلینوس ۔ اس کی نسبت جو کچھ مجھے معلوم ہے وہ یہ ہے کہ وہ مردم خور نہیں ہیں۔ وہ بچوں کی قربانی نہیں کرتے اور نہ اُن کا خون پیتے ہیں۔ یہ بات عام طور سے مشہور تو ہے مگر بالکل غلط ہے۔ میں نے خود اس بات کی متواتر تحقیقات کی ہے۔ صرف اتنی بات ہے کہ مسیح کی موت کی یادگاری روٹی اور انگور کا رس پی کر کرتے ہیں۔ وہی مسیح جو کہ قیصر طبریاس کے وقت میں جبکہ پنطوس پیلاطوس حاکم یہودیہ تھا۔ یہودیوں کے ایماء سے صلیب پر کھینچا گیا تھا اور مر گیا تھا اور تیسرے دن زندہ ہو گیا تھا۔ حضور اس امر کی توضیح اُس خط سے بخوبی ہو سکتی ہے جو کہ پنطوس پیلاطوس نے قیصر طبریاس کو لکھ کر سب امورات کی بابت اطلاع دی تھی۔ جو کہ اب تک شاہی دفتر میں موجود ہے۔ بات صرف اتنی ہی ہے کہ وہ ہمارے دیوتاؤں کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ یہ آدمیوں کی خود اپنی بنائی دستکاریاں ہیں۔ ان کی پوجا نہ کرنی چاہیئے اور وہ ساتھ ہی اس کے شراب نوشی قمار بازی۔ عیاشی۔ چوری۔ زناکاری۔ ہر طرح کی بد معاشی سے اجتناب کرتے ہیں۔ اور ہر ایک کو یہ تعلیم دیتے ہیں۔ کہ ہر ایک گناہ اور

بدی کا بدلا لیگا۔ لیکن گنہگار لوگ مسیح پر ایمان لا کر بچ جائینگے۔ مسیح نجات دہندہ ہے۔ مسیح کو ماننے والے بہشت میں اور نہ ماننے والے دوزخ میں جائینگے۔ مرنے کے بعد انسان کی رُوحیں زندہ رہتی ہیں اور قیامت کے دن سب مُردے زندہ ہو جائینگے اور پھر خدا سب کی عدالت کریگا۔ واقعی اُن کے یہ اعتقاد نہایت عجیب و غریب ہیں جو کہ عقل میں نہیں آ سکتے۔

نیرو ۔ مجھے خوب یاد ہے کہ پولوس نے ایک گھنٹہ سے بھی زیادہ الہٰی امورات کی بابت میرے سامنے تقریر کی تھی کہ جس کو میں مطلق نہیں سمجھا۔ خیر یہ امر دیگر ہے مجھے یہ بتاؤ کہ عوام الناس کا اُن کی نسبت کیا خیال ہے؟

ٹیگیلینوس ۔ صرف یہی کہ وہ ہمارے دیوتاؤں کی تحقیر کرتے ہیں اور اُنکو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور وہ ہمارے رومی مذہب کے بالکل برخلاف ہیں۔

نیرو ۔ کیا عوام الناس کی ہمدردی اُن کے ساتھ ہے؟

ٹیگیلینوس ۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ وہ ہمارے ان دیوتاؤں کی سخت تحقیر و توہین کرتے ہیں۔ کہ جنکی ہم بڑی ہی تعظیم و تکریم کرتے اور اُن کے آگے سربسجود ہوتے ہیں۔ پجاری اور تمام مندروں کے کاہن اُن سے تنگ آ گئے ہوئے ہیں۔

پوپیا ۔ اور نیز اور وہ قیصر کے بُت کو بھی ناچیز سمجھتے ہیں اور اس کے سامنے سرنگوں نہیں ہوتے۔ کیا یہ شہنشاہِ وقت کی صریحاً بے عزتی اور توہین نہیں ہے۔ اور ان کا یہ فعل کیا بغاوتِ علانیہ سے کم ہے؟

نیرو نے اس بات کو بڑے غور سے سنا۔ اور بہت دیر تک سوچتا رہا۔ آخر کار
اُس نے کہا۔

نیرو:۔ ایک گمنام فرقہ! جس کے ساتھ کسی کی ہمدردی نہیں۔ سب لوگ اُن سے متنفر ہیں۔ وہ ہمارے دیوتاؤں کو برملا بُرا کہتے اور اُن کی مذمت کرتے ہیں بلکہ پوپیا کا کہنا پھر حق بجانب ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ جبکہ وہ ہمارے دیوتاؤں کی تکذیب کرتے اُن کو بنظرِ حقارت دیکھتے ہیں تو ہم سے جو اُن کے پرستار ہیں کیوں نہ دشمنی رکھتے ہونگے۔ اور قیصر کے بُت کے آگے نہ جھکنا۔ اور سجدہ نہ کرنا اور اُس پر قربانی نہ چڑھانا صریحاً شہنشاہ سے بغاوت کرنا ہے۔ بیشک اب مجھے اصلی مجرموں کا پتہ لگ گیا ہے اور اس کے لئے مجھے ملکہ پوپیا کی عقل و ذہانت اور اُس کی رائے دُرست کا ممنون ہونا چاہئے۔ ٹیگیلینوس! میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ اُن ملحدوں۔ دہریوں۔ اجنبی خدا کے پرستاروں کو آگ لگانے کے جُرم میں گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دو۔

(اس حکم کے سُنتے ہی ملکہ پوپیا کے چہرے کا رنگ خوشی کے مارے جھلکنے لگا۔ اس کے پژمُردہ اور زرد چہرے پر مسرت نے غازہ مل کر اس کو گلزار بنا دیا۔ اُس کی پژمُردہ شاخِ تمنا میں امید کے چھینٹے پڑنے سے شگوفے پُھوٹ نکلے اور خوشی کے مارے باچھیں کھل گئیں)

ٹیگیلینوس:۔ حضور انور! اطمینان رکھیئے کہ اُن سب ملحدوں۔ اور سرکشوں کو گرفتار کر کے عبرتناک سزا دیجائیگی۔ اور کسی طرح کا بھی رحم نہ کیا جائیگا۔ اور اُن مجرموں کو جو کہ زیر حراست ہیں اور آگ لگاتے ہوئے

پکڑے گئے تھے۔ اُن کو چھوڑ دیا جائیگا۔ کیونکہ اگر اُن کو کسی قسم کی بھی تکلیف دی گئی تو وہ سارا ابول کھول دینگے۔ اور ہمارا سارا منصوبہ بھتنگ ہو جائیگا۔ اور بنا بنایا کھیل بگڑ جائیگا۔

نیرو۔ بہت بہتر! میں نے اس بارے میں کُلی اختیار تم کو دیدیا ہے۔

ٹیگیلینوس نے اسی وقت منجانب شہنشاہ ایک توقیع دیرلیغ برائے استیصال فرقہ مسیحی تحریر کیا۔ اور اس پر شہنشاہ نیرو کی مہر ثبت کردی اور اس فرمانِ شاہی کو لیکر ادر آداب بجالا کر بارگاہِ قیصری سے رُخصت ہو گیا۔ تا کہ اس یرلیغِ شاہی کی تعمیل و تکمیل کی معقول تدابیر سوچے اور عاملانِ شاہی کو اس بارے میں تاکید کردے۔

باب دوازدہم

البلاغ السرّی

نیرو کلاڈیس قیصر ڑوسس جرمینکیس اگستس شہنشاہ کی طرف سے مجلسِ شاہی اور رعایا کو سلام

چونکہ مجھے دورانِ تحقیقات میں بخوبی معلوم ہو گیا ہے کہ وہ بلائے عظیم جو کہ ابھی حال ہی میں شہر روم پر نازل ہوئی۔ یعنی آتش زدگی جو کہ متواتر کئی دن اور رات تک اپنے آتشین دم اور شعلہ ہائے جہاں سوز سے سخت قیامت ڈھاتی رہی جس نے نہ صرف ہماری عزیز رعایا کے مال و متاع اور مکانوں اور ہزاروں جانوں ہی کو تباہ اور خاک سیاہ کر دیا۔ بلکہ ہمارے بزرگانِ سلف کی نہایت

عالیشان یادگاروں اور غیر فانی دیوتاؤں کے معابدوں کو بھی تباہ کرڈالا ہے وہ بعض گمراہ اور بدمعاش اشخاص کی خبثِ باطنی اور شقاوتِ قلبی کا نتیجہ تھی۔ جو کہ اپنے آپ کو مسیحی کہتے ہیں اور اس سخت خصومت اور عداوت کے جوش میں آکر جو انہیں تمام بنی آدم کے ساتھ ہے انہوں نے یہ خطرناک فعل کیا۔ کہ اس پایۂ تخت اور عاصمہ کو جو ہمارا نہایت خوبصورت اور عالیشان شہر تھا تباہ و برباد کر دیا جائے۔ اس لئے میں تمام باشندگانِ روم کو مطلع کرتا۔ اور حکم دیتا ہوں کہ وہ رومی محکمۃ الجزاء اور محکمۃ الشرعیۃ اور محکمۃ القنصلیۃ کے تمام اُن کو الامرا اور سرتیبِ حامیہ و واسائے خیونات اور رئیس الضبطیۃ کو ان تمام اشخاص یعنی مردوں۔ عورتوں، اور بچوں (کیونکہ میرا فرمان طفلِ شیرخوار کو بھی بری نہیں کرتا) کے نام فی الفور دیدیں جن کی نسبت یہ علم یا یہ شبہ ہو کہ وہ مسیحی مذہب کے پیرو ہیں۔ اور میں بذریعہ توقیع اکیدہٰذا اس امر کا حتمی و حلفی اقرار کرتا ہوں کہ جو لوگ اس بارے میں مجرم ثابت ہونگے۔ یا کم از کم مسیحی ہونے کا اقرار کرینگے۔ اُن کو سخت تر از سخت سزا دیجائیگی۔ فقط۔

میری مُہر اور دستخط سے توقیعِ ہٰذا جاری کیا گیا۔

نیرو شہنشاہِ سلطنت روم

اس توقیع کی بڑی عجلت سے ہزار ہا ہزار نقلیں کرائی گئیں۔ اور ان نقول کو روم کے تمام شوارعِ عام پر چسپاں کرا دیا گیا۔ اور کل بیرونی علاقوں کے گورنروں کے نام مسیحیوں کی فوری گرفتاری کے لئے تاکیدی حکمنامے جاری کئے گئے۔

بیرونِ فصیلِ شہر ایک کلب گھر اہلِ جزفہ کا تھا۔ جس کو رومی مسیحی کلیسیا کے

پاسبان نے مالکانِ کلب سے کرایہ پر لیا ہُوا تھا۔ اور اسی مقام پر مسیحیوں کے عبادتی جلسے منعقد ہُوا کرتے تھے۔

جس دن کہ توقیعِ شاہی دیواروں پر چسپاں کیے گئے اُسی دن وہ عبادتگاہ مسیحیوں سے پُر تھی۔ رومی کلیسیا میں نصف سے زیادہ غلام تھے۔ اور باقی اشخاص دستکار۔ کاشتکار اور دکاندار تھے جن میں سے کئی یہودی الاصل تھے۔ اعلےٰ طبقہ کے اشخاص بھی موجود تھے۔ اور چند ایک اعلےٰ سرکاری عہدہ دار بھی شریک کلیسیا تھے۔ عورتوں اور بچوں کی تعداد بھی بہ نسبت مردوں کے ½ تھی۔

جب جماعت کے سب شرکاء جمع ہو گئے۔ تو اُس کلیسیا کا پاسبان اُٹھا۔ اُس کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا مختصر دعا و سلام کے بعد وہ شرکائے کلیسیا سے یُوں مخاطب ہُوا "بھائیو اور بہنو! ہم پر بہت ہی جلد بڑی بھاری مصیبت اور ناگہانی آفت نازل ہُوا چاہتی ہے۔ ایک توقیعِ شاہی میرے ہاتھ میں ہے جس کو پڑھکر سُناتا ہوں۔ خوب غور سے سُنو۔ اور اپنے اپنے دل میں فیصلہ کر دو" چنانچہ اُس نے توقیعِ شاہی حرف بحرف پڑھکر سُنا دیا۔

اس توقیعِ شاہی کے پڑھے جانے کے بعد ایسا اغتشاش اور گھبراہٹ طبائع پر طاری ہوئی جو کہ حدِ بیان سے خارج ہے۔ مسیحیوں نے بسا اوقات ابھی تک عام لوگوں کے ہاتھوں چھوٹی موٹی ایذائیں اُٹھائی تھیں۔ اور ایک دو موقع پر اُنہوں نے عوام کے بلوؤں سے بھی دُکھ جھیلا تھا۔ لیکن یہ باضابطہ سرکاری الزام کہ اُنہوں نے اپنے ہموطنوں پر آتشزنی کی نہایت خوفناک آفت ڈھائی ہے۔ ایک نہایت ہی وحشیانہ اور کینہ بہتانِ عظیم اور سخت

ظالمانہ اِفتعال اور مُہلک الزام تھا۔

پاسبان نے تھوڑے سکوت کے بعد پھر کہا کہ بھائیو اور بہنو!!! سنو۔ ہمیں صرف اسی مرتبہ اپنے پیارے خداوند مسیح کے اُس کلام کی صداقت معلوم نہیں ہوئی۔ جو کہ اُس نے فرمایا تھا کہ لوگ بلاوجہ صرف میرے نام کے سبب تم سے دشمنی کرینگے اور تم پر جھوٹے الزام لگائینگے۔ اور عدالت گاہوں میں کھینچ کر لیجائینگے۔ بلکہ اس سے پیشتر بھی بارہا معلوم ہو چکی ہے۔ لیکن موجودہ سنگین الزام اور اُس کی سزا کی سختی ہمارے تمام اندازوں سے جن کا ہم کو کبھی گمان ہو سکتا تھا۔ کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔ مصیبت تو بلا شبہ بہت ہی سخت اور عظیم ہے لیکن ہمارے نجات دہندہ و شفیع عاصیاں خداوند مسیح کا فضل جو ہم سب سے کمال محبت رکھتا ہے اور جس نے اپنی قیمتی جان ہماری خاطر دیدی۔ اس سے بھی بدرجہا افضل اور فزوں ہے۔

پس میں ایسی بدحالی میں تم سب کو بڑی ہمدردی سے دوستانہ و محبانہ نصیحت کرتا ہوں کہ اپنی بڑی سے بڑی حفاظت کرو۔ اگر ممکن ہو سکے تو خداوند مسیح کا یہ حکم بجا لاؤ کہ "اگر وہ تمہیں ایک شہر میں ستائیں تو دوسرے شہر میں بھاگ جاؤ"۔ لیکن اگر تم روم ہی میں رہنا پسند کرتے ہو تو حدِ اعتدال سے زیادہ دلیر نہ بن جانا۔ اگر کوئی تم سے پوچھے تو بے شک اپنے ایمان کا علانیہ اقرار کرو۔ لیکن خواہ مخواہ بغیر پوچھے اپنے ستانے والوں کے سامنے خود حاضر ہو کر ان کے سر نہ ہو جانا کہ ہم مسیحی ہیں ہمیں گرفتار کر لو۔ اور خوب یاد رکھو کہ ان آزمائشوں میں خود خداوند تمہاری مدد کریگا۔ اور تم کو تمہارے ایمان پر

قائم و برقرار رکھیگا۔ اور مرتے دم تک ثابت قدمی اور استقلال بخشیگا۔ پس
اب ہم خدا کے حضور اُس کا خاص فضل ملنے کے لئے دلسوز دُعا کریں۔ تاکہ ہم
مرتے دم تک ایماندار اور ثابت قدم رہیں۔ پاسبان کی درخواست کے مطابق
اُسی وقت تمام جماعت نے یک دل وجان ہو کر بڑے ادب و تعظیم کے ساتھ
خدا کے حضور گھٹنے ٹیک دیئے اور ہر ایک نے بڑے تضرع اور ابتہال کے
ساتھ دُعا کی۔ دُعا کے بعد پاسبان اُٹھا اور اپنے ہاتھ پھیلا کر خداوند کی برکت
دی اور اُن سب کو خدا کی حفاظت اور حمایت اور فضل و رافت کے سپرد کیا اور
سب لوگ ایک دوسرے سے آخری پر تپاک ملاقات کر کے رخصت ہو گئے۔

اب مسیحیوں نے سوچا کہ ایسی سلطنت سے فرار ہو جانا جو قریباً تمام آباد
دنیا پر محیط اور مسلط ہے صریحاً ناممکن ہے۔ اس سے رُو پوشی آسان ہے لیکن یہ
بھی اس وقت ناممکن ہے۔ کیونکہ روم آگ لگنے کی وجہ سے برباد ہو چکا ہے۔ اور
صرف ایک حصے میں تعمیر کا کام شروع کیا گیا ہے۔ باقی کل ویرانہ ہو کا مقام ہے بغرضیکہ
تمام مسیحی اسی شش و پنج میں پڑے اپنی حفاظت کی تدابیر سوچ رہے تھے۔ کہ
اُنکو خبر ملی کہ اُولوالامرانِ شاہی اور عاملانِ متعینہ نے گرفتاری کا کام بڑی سُرعت
و عجلت سے شروع کر دیا ہے۔ صدہا مسیحی نیک دل اہلِ روم کی عنایات کی بدولت
اُن کے گھروں میں رُوپوش ہو گئے۔ کیونکہ اُن کو خوب معلوم تھا کہ یہ لوگ ہرگز
ہرگز اس جُرم کے مرتکب نہیں ہیں۔ اور بد ذات عبوس نیرو نے اپنا الزام
اُن کے ذمہ عائد کر دیا ہے۔ پس جو مسیحی اس افراتفری اور کنج کاوی اور تفتیش
کے وقت اہلِ روم کے گھروں میں پناہ گیر ہو گئے اور اُنہوں نے اکتشاف

کام لیا۔ وہ گرفتاری کی بلائے عظیم سے بچ گئے۔ باقی کل مسیحی جنکی تعداد شہر روم میں ہزارہا ہزار تھی رفتہ رفتہ یکے بعد دیگرے ستم کیش یہودیوں کی نشان دہی کے سبب گرفتار ہو گئے اور چند ہی دنوں میں تمام قید خانے مسیحیوں سے اٹ گئے اور مسیحیوں کی ایک ایسی کثیر جماعت گرفتار کی گئی۔ کہ جس سے حکام کو سخت پریشانی ہوئی۔ اور اُن کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اُن کو کہاں رکھا جائے۔

اس وقت روم میں ایسے خوف و دہشت کا دور دورہ تھا کہ قبل ازیں نہ دیکھا نہ سُنا۔ مردوں۔ عورتوں اور بچوں کے گروہ ہر روز گرفتار ہو کے قید خانے میں جانوروں کی طرح کمال سنگدلی اور بے دردی سے بھر دیئے جاتے تھے۔ جب کُل مسیحی گرفتار ہو چکے تو اُن کی بابت حکم دیا گیا کہ کل صبح سب کو پابجولاں کر کے حاضر دربار شاہی کر دیا جائے تاکہ اُن کے مقدمے کی تحقیقات کر کے اُن پر فرد جرم لگایا جائے۔ اور اُن کو سخت عبرتناک سزا دی جائے

باب سیزدہم

پیشی

موسم گرما عین جوبن پر ہے۔ آفتاب کے چند تیز سے بلند ہوتے ہی جھلسا دینے والی گرم ہوائیں چلنے لگیں۔ آفتاب کی آتشبار کرنیں ہون کا کُنڈ بن گئیں۔ زمین نے گرمی کی شدت کی تاب نہ لا کر بگولوں کی صورت

میں اڑنا شروع کر دیا۔ شیر کو دیکھو اپنی تمام شہزوری اور زبردست اچھل کود
بھول گیا ہے کتے کی طرح ہانپ رہا ہے پیاس کے مارے زبان منہ سے
باہر نکل آئی ہے۔ کسی پہلو چین نہیں۔ بار بار اپنی ایالوں کو جھاڑتا ہے۔ کالا ناگ
سڑک کی جلتی ہوئی ریت پر سر کو زمین پر ڈالے سایہ کی تلاش میں حیران و پریشان
دوڑ رہا ہے۔ جنگلی سؤر خشک زمین کو اپنے لمبے دانتوں سے کھود رہا ہے۔ کہ
کسی طرح ٹھنڈک میں بیٹھنے کو جگہ مل جائے۔ ارنا بھینسا افتاں و خیزاں پانی
کی تلاش میں جا رہا ہے۔ غرضیکہ وحشی جانور اور طیور و غوغائیانِ گلشن اپنے
اپنے نشیمن کی تلاش میں مصروف ہیں۔ جنگلوں نے حدتِ آفتاب سے جلکر
مہیب صورت اختیار کر لی ہے۔ درختوں کے پتے مرجھا کر جھڑ گئے۔ اور
وہ سوکھ کر کانٹا ہو گئے ہیں۔ احتمال ہے کہ کہیں خود بخود کوئلہ نہ بن جائیں۔
جنگل کے کناروں میں آگ سی لگ رہی ہے۔ ہوا کی بے باکیاں اسکو
زیادہ بھڑکا کر پہاڑوں کی گھاٹیوں میں لے گئیں۔ بانسوں کے درختوں
میں پہنچتے ہی بانس کی شاخیں پٹاخوں کی طرح تڑخنے لگیں +

ایسے وقت میں جبکہ زمین انگارے اگل رہی تھی۔ شہنشاہ نیرو
اپنا دربار لگائے تختِ عدالت پر متمکن ہے۔ امرا و وزراء اپنی اپنی
نشست گاہوں پر قرینے سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ تختِ شاہی کے سامنے
بے گناہ اور معصوم مطلق مجرموں کی ایک کثیر جماعت پا بجولاں سرنگوں
کھڑی ہے۔ جنکو کئی دن کی متواتر کوششوں سے روم کے کونے کونے
اور گلی گلی اور کوچہ کوچہ سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر گرفتار کیا گیا ہے۔ الٰہی بیگناہ

مجرموں کا رنگ شدتِ عذاب و گرسنگی و تشنگی کی وجہ سے عرق کھینچے پھولوں کی طرح ہو گیا ہے۔ اِن نہایت ہی پرہیزگار اور پاکیزہ چلن کے مسیحی لوگوں پر یہ جھوٹا الزام لگایا گیا ہے کہ اُنہوں نے شہر رَدم میں عمداً آگ لگائی ہے۔ جسکی وجہ سے شہر روم کی تمام عمدہ سے عمدہ اور قیمتی سے قیمتی عمارات جلکر راکھ کا ڈھیر ہو گئی ہیں۔ اور ہزارہا نفُوس کے نقصانِ جان کے علاوہ کروڑ ہا روپیہ کا نقصانِ مال بھی ہوا ہے۔

شہنشاہ نیرو ان مصنوعی ملزمین کو غضب آلود نگاہوں سے ٹکٹکی لگائے دیکھ رہا ہے۔ اور اُس کی پیشانی پر بل پڑے ہوئے ہیں۔ لیکن دراصل اُس کی ضمیر کا کانٹا اُس کے دل کو بے طرح زخمی کر رہا ہے۔ اور اُس کا چہرہ اُس کے دل کی اندرونی کیفیت کی ترجمانی کر رہا ہے۔ آخر کار کئی منٹ کی مسلسل خاموشی کے بعد اُس نے اُن سے مخاطب ہو کر یوں کہا:۔

نیرو۔ کم بختو! سیاہ بختو! شور قسمتو!!! میں نہیں سمجھتا کہ ایسے قبیح جُرم سے تمہارے کیا ہاتھ آیا؟ اور اس سے تمہیں کیا فائدہ حاصل ہوا۔ تم بڑے سنگدل، شقی القلب اور بے رحم ہو۔ تم نے عمداً ہزارہا زندہ آدمیوں کو اپنی وحشیانہ و ناشائستہ حرکت سے جلا دیا۔ ہزارہا انسانوں کو بے خانماں کر دیا۔ کروڑوں روپیہ کا مال جلا کر خاکستر کر دیا۔ تم بڑے سفاک۔ ظالم۔ بے درد۔ اور بنی نوعِ انسان کے جانی دشمن ہو۔ پس لازم ہے کہ تم سب کو سخت سے سخت اور عبرت انگیز سزا دیجائے اور تم پر تِل بھر بھی رحم نہ کیا جائے +

ایک بُوڑھا ملزم - اعلےٰ حضرت! ہم بالکل بے خطا اور بیگناہ ہیں۔ ہم پر یہ بالکل جھوٹا الزام لگایا گیا ہے۔ ایک بُہتانِ عظیم ہے۔ جو کہ ہم پر عائد کیا جاتا ہے ایک الزام ہے کہ جو خواہ مخواہ اور زبردستی سے ہمارے سر پر تھوپا جاتا ہے۔ ہم لوگ دیوانے نہیں مجنون نہیں۔ پاگل نہیں۔ سودائی اور سڑی نہیں۔ اپنی زندگی سے بیزار نہیں۔ اور اپنی حیاتِ مستعار سے سیر نہیں ہو چکے کہ ہم سے ایسا فعلِ مذموم ظہور پذیر ہوتا۔ ہمارا مذہب جس کے ہم لوگ پیرو ہیں۔ ہم کو ایسی تمام نالائق باتوں سے منع کرتا ہے۔ ہمارا مذہب ہی ہمدردیٔ بنی نوعِ انسان ہے۔ پھر بھلا ایسی کمینی اور نفرت انگیز حرکت اور ایسا فعلِ شنیع کس طرح کر سکتے ہیں؟ ہم واقعی بالکل بے گناہ ہیں۔ اس لئے ہم رحم نہیں بلکہ انصاف چاہتے ہیں حضورِ والا اس بارے میں خوب تحقیقات کر کے ہمارا انصاف فرمائیں اور مدعیوں کو اور گواہوں کو ہم لوگوں کے سامنے کریں۔ اور کسی کے دریدہ سکھائے پڑھائے پر عمل نہ فرمائیں۔ ورنہ یاد رکھیں کہ بدی کا بدلہ ویسی ہی بدی ہے۔ کہ کردہ نیافتہ

نیرو - (سخت غضبناک ہو کر) ہاں ہاں تمہارے ساتھ انصاف ہی کیا جائیگا۔ تم پر ہرگز ہرگز رحم نہ کیا جائیگا۔ ملعونو! تم بہت جلد اپنے کیفرِ کردار کو پہنچو گے۔

دوسرا نوجوان ملزم - شہنشاہ کا اقبال تا ابد برقرار رہے اور افزونیٔ جاہ و جلال و اقبال کے ساتھ حضور کی عمر دراز ہو۔ میں حلفاً عرض کرتا ہوں کہ اس تمام جماعت میں سے جو بہ حیثیتِ ملزم حضور کے تختِ عدالت کے روبرو حاضر ہے۔ ایک متنفس نے بھی یہ جرم نہیں کیا اور ہمارا دامن

اس فعل قبیح کے غبار سے گرد آلود نہیں ہوا۔ ہم سب کے سب بالکل بے خطا ہیں شاہی عاملوں نے بلا تحقیق و تفتیش محض مسیحی ہونے کے باعث ہم لوگوں کو گرفتار کر لیا ہے۔ اُمید ہے کہ شہنشاہ میری بات کا کامل یقین کر کے شاہانہ کرم گستری سے کام لینگے۔ اور اس مقدمہ کی کامل تحقیقات فرمائینگے۔ جو لوگ آگ لگاتے ہوئے عین موقع پر گرفتار کئے گئے تھے اور ٹیمور کے حکم سے قید تھے۔ وہ اصل مجرم تو چھوڑ دیئے گئے ہیں اور ہم مسیحی لوگوں کو بلا جرم و خطا پھانس لیا گیا ہے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟ لیکن ہمیں تو شہنشاہ دوم کی عدل گستری سے کامل یقین ہے کہ حضور ہم پر شاہی نظرِ عنایت ہی رکھینگے۔ اور عین عنایت یہی ہے کہ حضور اس واقعہ کی کامل تحقیقات فرمائیں۔ کیونکہ واقعی ہم بالکل بے خطا اور قطعی بے گناہ ہیں۔ جس قدر آپ ہمیں مجرم سمجھتے ہیں۔ اُسی قدر ہم اس فعل ناہنجار سے بری ثابت ہونگے۔ حضور تحقیقات تو فرمائیں کہ کس نے ہم لوگوں کو آگ لگاتے ہوئے دیکھا۔ وہ سامنے آکر بات تو کرے۔ عین موقع کے گرفتار شدہ مجرموں کو کیوں چھوڑ دیا گیا ہے؟ کیا انصاف اسی کا نام ہے کہ اصلی مجرموں کو تو چھوڑ دیا جائے اور ہم بے گناہ شخصوں کو بلا وجہ گرفتار کر لیا جائے؟ ہاں اگر ہم غریبوں کے ساتھ جن کا اصول مرنجاں مرنج اور صلح کل اور محبت ہے حضور نا انصافی ہی کرنا چاہتے ہیں اور ہم بیگناہ ملزموں کی داد دینے سے آپ کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں۔ تو خیر یہ دوسری بات ہے۔ ہم یہی سمجھینگے یہ قسمت لکھی ہے۔ اور بس۔ آپ کسی کے بہکاوے میں نہ آئیں۔ ورنہ انجام کار ہم بے گناہوں کا خون رنگ لا کر رہیگا۔ حضور

خوب یاد رکھیں کہ ہم قطعی بے گناہ ہیں۔ اور حضور نے زبردستی سے ہم کو ملزم بنایا ہے۔ یہ طریقۂ انصاف نہیں پس ہم کو آزاد کر دیا جائے۔

جونہی نوجوان شخص نے یہ تقریر ختم کی تمام جماعت کے لوگ دفعتہً پکار اُٹھے۔ کہ "ہم بیگناہ ہیں۔ خوب تحقیقات کر لی جائے اور ہم سب کو چھوڑ دیا جائے"؟

نیرو (تمسخرانہ لہجہ سے) ہاں ہاں تم کو آزاد کر دیا جائیگا۔ خوب؟

اس وقت ٹگیلینوس شہنشاہ کے کان میں کچھ کہتا ہے۔

نیرو (ٹیگیلینوس سے) پھر اس مقدمہ میں تمہاری کیا رائے ہے؟

ٹیگیلینوس شہنشاہ عالم پناہ تمام حقیقی معاملہ کو خوب جانتے ہیں۔ میں کیا عرض کروں۔ صرف یہی گذارش کرنا چاہتا ہوں۔ کہ حضور ان بیگناہوں کو چھوڑ دیا جائے۔ اور اُن پر رحم ہی کریں۔ مردوں۔ عورتوں۔ بچوّں کی تکالیف آنکھوں سے دیکھی نہیں جا سکتی۔ اور ان پر یہ سنگین الزام محض جھوٹ ہے۔

نیرو۔ (ٹیگیلینوس پر آنکھیں نکالکر) ہیں! جھوٹا الزام! ملکہ پوپیا کے قول کے مطابق یہ لوگ تو سخت سے سخت سزا کے قابل ہیں ہمیں کسی قسم کی تحقیقات کی ضرورت ہی نہیں۔ صرف میری ملکہ کی شہادت کافی ہے۔ اچھا میں حکم دیتا ہوں کہ ان سب ملزموں کو آج ہی شام تک سخت سے سخت مختلف قسم کی سزائیں دی جائیں۔ ہاں ایسی شدید سے شدید اور بالکل جدید عبرتناک سزائیں دیجائیں کہ جنکی نظیر تاریخ روم میں ڈھونڈنے سے بھی نہ مل سکے۔ تاکہ پھر کسی کو ایسے سنگین جرائم کے ارتکاب کی جرأت ہی نہ ہو سکے۔ اور جس ظالمانہ طریق سے انکو مختلف اقسام کی سزائیں دیجائینگی وہ میں خود تجویز کرونگا +

باب چہار دہم

سنسنی خیز سزائیں

رومیوں میں مجرموں پر حکم سزا اصدار کرنے کے بعد اُنکو اسیری میں رکھنے کا دستور نہ تھا۔ اگر مجرم قتل نہیں کئے جاتے تھے تو عموماً وہ جلاوطن کر دیئے جاتے تھے۔ بعض اوقات وہ ممتاز اور معزز اشخاص کے سپرد کر دیئے جاتے تھے۔ تاکہ امن وامان کے ساتھ بود وباش کریں۔ یا اُن کو اُن کے اپنے ہی مکان میں مقید رکھا جاتا تھا۔ لیکن طول طویل قید کا رومیوں میں قطعی رواج نہ تھا۔ شہنشاہ نیرو نے ارادہ کیا کہ مشکل عقدے کو اپنی ہی طرز پر حل کرے۔ وہ اس امر سے بالکل بے پروا تھا کہ یہ غریب قیدی بالکل بے گناہ ہیں۔ اُس کو یہ بھی اچھی طرح سے معلوم تھا کہ جو جرم اُن پر لگایا گیا ہے اُس سے اُن کا تعلق نہیں۔ وہ خوب جانتا تھا کہ وہ صرف مسیحی ہونے کے مجرم ہیں۔ مگر سچ پوچھو تو اُس کو اِس کی بھی کچھ پروا نہ تھی۔ وہ تو صرف اس دھن میں لگا ہوا تھا کہ چاہے کچھ بھی ہو۔ اپنی خوفناک بدنامی کے ٹوکرے کو زبردستی سے اُن بے گناہوں کے سر پر دھر دے اور اس ترکیب سے عوام الناس کے سامنے سرخرو ہو جائے اور اپنی جان بچا لے اور اس کے لئے وہ چند ایک عجیب وغریب داؤں کی تلاش میں تھا۔ بڑے غور وفکر کے بعد اُسکو یہ مناسب معلوم ہوا کہ ان میں سے بعض کو ایسی سخت سزا دیجائے کہ جب سے شہر روم کی بنیاد پڑی ہے تب سے کبھی اس قسم کی سزا دی نہ گئی ہو اور باقیوں کو مختلف قسم کی ایذائیں دیجائیں۔

پس اُس نے جھٹ پٹ شہرِ روم میں اعلان کیا کہ آج ہی شام کے وقت شہنشاہ نیرو اپنا حدیقۂ رسمی عوام الناس کی سیر و تفریح کے لئے کھولیگا۔ اور اس میں ایسے عجیب و غریب تماشے دکھائے جائینگے کہ جو اس سے پیشتر دیکھنے میں تو کیا سننے میں بھی نہیں آئے۔ اس شاہی اعلان کو سنتے ہی لوگ شام سے پہلے ہی ٹھٹ کے ٹھٹ نزہت گاہِ شاہی کے اندر جمع ہونے شروع ہو گئے۔ تاکہ تھیٹر میں کوئی عمدہ اور مناسب جگہ ہاتھ آ جائے۔

جب وہ تھیٹر تماشائیوں کی کثرت سے بھر گیا۔ اور تِل رکھنے کی جگہ باقی نہ رہی تو وائم التریٔح اور ظالم نیرو نے حکم دیا کہ مجرموں کو نکال کر وسیع اور محیط میدان میں کھڑا کر دیا جائے۔

اُن مسیحیوں کو ریچھوں۔ شیروں۔ چیتوں۔ جنگل بھینسوں۔ بھیڑیوں۔ گیدڑوں۔ ہرنوں۔ بارہ سنگھوں کی کھالیں پہنا دی گئی تھیں۔ ابھی ان آفت زدہ مسیحیوں کو اس میدان میں آئے ہوئے پانچ منٹ بھی نہ گذرے تھے کہ نشست گاہوں کے نیچے چند دروازے کھولے گئے۔ اور اُن میں سے ہزارہا کتوں کی قطار زقند اور جھلانگیں مارتی ہوئی نکلی۔ وہ کُتّے نہایت دراز قامت عظیم الجثہ مہیب اور درندہ تھے۔ اُن کی آنکھیں آگ کا شعلہ تھیں۔ اور نہایت ہی غضبناک اور تند مزاج تھے۔ اُن کو دو دن سے بھوکا رکھا گیا تھا۔ ایسے کُتّے روم میں قبل ازیں دیکھے نہ گئے تھے۔

جب اِن مہیب اور تند مزاج کتوں کو اُن کھال سے ملبوس مسیحیوں پر چھوڑا گیا۔ تو وہ جھپٹ کر اُن پر حملہ آور ہوئے۔ لیکن جب کتوں کو یہ معلوم ہُوا کہ جن پر ہم کو چھوڑا گیا ہے وہ دراصل جانور نہیں۔ بلکہ انسان ہیں تو اُن کو چھوڑ کر الگ جا بیٹھے۔ اور اُن میں سے

بعض کتے اپنی دُم ہلا ہلا کر اُن سے اظہارِ محبت و اطاعت کرنے لگے۔ غرضیکہ اُن کتوں نے اُس وقت یہ ثابت کر دکھایا کہ اگرچہ ہم کتے ہیں مگر بلحاظ خصلت اپنے آقا نیرو سے بدرجہا افضل ہیں۔

جب نیرو نے دیکھا کہ اُن کتوں نے مسیحیوں کو بہت ہی کم ایذا دی ہے اور سب زندہ ہیں تو اُس نے اُن بے گناہ مسیحیوں کو تہ تیغ بے دریغ کرا دیا۔ اور جب نیرو نے دیکھا کہ میری اِس تجویز پر پانی پھر گیا ہے اور اس واقعے سے بہت بدمزگی لوگوں میں پیدا ہو گئی ہے تو بہت ہی سٹپٹایا اور عرق میں غرق ہو گیا کہ بنائی تھی کھیر ہو گیا دلیا چونکہ اس واقعہ سے لوگوں میں سخت قسم کی بدمزگی پیدا ہو گئی تھی اور چاروں طرف سے نفرین و لعنت کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ اس لئے نیرو نے جھٹ ایک نقیب کو بلوا کر اس امر کا اعلان کرا دیا کہ "اے روم کے شیرو! بزرگو!! بہادرو!!! شہنشاہ آپ کو حدیقۂ رسمی میں ایک پُرلطف اور عجیب و غریب تماشا دیکھنے کے لئے دعوت دیتا اور قوی امید رکھتا ہے۔ کہ آپ صاحبان اُسے بنظرِ شوق ملاحظہ کرینگے"۔

اس وقت مسافرِ مشرق کو منزلِ مغرب میں پہنچے پُورا ایک گھنٹہ گذر چکا تھا۔ شام کی تاریکی رفتہ رفتہ دنیا پر اپنا تسلط جماتی جاتی تھی۔ جونہی لوگ تھیٹر سے باہر نکلے اور حدیقۂ رسمی کی دوسری طرف داخل ہوئے۔ تو اُنہوں نے ایک نہایت ہی خوفناک سنسنی خیز نظارہ دیکھا کہ تمام باغ مشعلوں سے روشن ہو رہا ہے اور سڑک کی دونوں جانب ہر ایک آہنی ستون کے ساتھ ایک ایک آدمی بندھا ہوا ہے۔ ہر ایک آدمی کو تیل اور رال میں تر کیا ہوا لباس پہنایا ہوا ہے۔ اور ہر ایک کی چھاتی پر لوہے کا ایک مضبوط حلقہ بندھا ہوا ہے۔ کہ جس سے اُس کا سر آسمان کی طرف

اٹھا ہوا ہے اور اُن تمام آدمیوں کو خوب مضبوط جکڑ کر باندھا ہوا ہے کہ ذرا بھی
ہل جُل نہیں سکتے۔ اور اُن میں آگ لگائی ہوئی ہے اور تمام باغ سخت بدبو اور
تعفن سے بھرا ہوا ہے کہ سانس تک لینا دوبھر ہے۔ اور نیرو ان شعلوں کے پاس
سے گاڑی پر سوار ہو کر بربط بجاتا ہوا گذر رہا ہے اور وہ بدرجہ کمال ہشاش بشاش
ہے کہ قبل ازیں وہ اس قدر خوش کبھی نظر نہیں آیا تھا۔

لوگوں کو اس امر کی حیرت تھی اور وہ حیرت کا پتلا بنے ہوئے تھے کہ ملتہب
شعلوں سے یہ تمام مسیحی مثل کباب جل رہے ہیں۔ مگر اُف تک نہیں کرتے کیسے
صابر اور مطمئن ہیں۔ اس وقت ایک عجیب قسم کی افسوسناک خاموشی باغ میں طاری
تھی اور لوگوں کے دل قفسِ سینہ میں مرغِ قبلہ نما کی طرح تڑپ رہے تھے کہ دفعتہً
اس دل ہلا دینے والے نظارے کو دیکھ کر رقیق القلب ہزارہا اشخاص فرطِ
اندوہ سے چلا اُٹھے کہ قیصر نیرو کو ہرگز ہرگز واجب نہ تھا کہ ایسی سنگین اور
خوفناک سزا دیتا۔ آخر یہ بھی تو ہماری طرح انسان ہی ہیں۔ اس کو ان غریبوں کے
ساتھ ایسی بیدردی اور سفاکی نہ کرنی چاہئے تھی۔ جو کہ کسی طرح سے جانوروں
کے ساتھ کرنی بھی جائز اور روا نہیں۔ ہم رومیوں کا یہ طریقہ سزا دہی نہیں کہ
آدمیوں کی اس قابلِ نفرین طریقہ سے نمائش کی جائے۔ اگر سزا ہی دینی منظور تھی
تو اس کے دینے کا ایک باقاعدہ طریق مروج ہے کہ غلام کے لئے صلیب اور
آزاد کے لئے بشرطیکہ اُس نے بہت ہی بڑا کام کیا ہو پہلے کوڑے اور پھر
جلاد کا تبر۔ لیکن اے نیرو! ہم کو ہرگز ہرگز یہ پسند نہیں ہے کہ انسانوں کو
حیوانوں کی شکل بنا کر اُن پر کتے چھوڑے جائیں یا ان کو مشعل بنا کر جلایا جائے

ہمارے بزرگوں نے آج تک ایسا کبھی نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تو فطرتی ظالم اور نہایت بیدرد شخص ہے۔ ایسا شخص شہنشاہی کے قابل نہیں۔ واقعی تجھ پر بھروسہ کرنا سخت خطاکاری ہے ہمیں اس افسوسناک نظارے سے کوئی خوشی حاصل نہیں ہوئی۔ بلکہ بیشتر رنج واندوہ ہوا ہے۔ یہ رومیوں کا تماشا نہیں بلکہ وحشیوں کا کھیل کہنا چاہئے مگر ہم نے کبھی وحشیوں کی نسبت بھی آجتک نہیں سنا کہ انہوں نے ایسے خوفناک تماشے کئے ہوں۔

جب شہنشاہ نیرو نے عوام الناس کو اس قسم کے آوازے کستے دیکھا تو از حد پریشان ہوا اور دل میں کہنے لگا افسوس صد افسوس یکا ئی تھی کچھ ہو گیا دلیا۔ پس اس نے یہ سب الول کلول چھوڑ کر سیدھا قیصر شاہی کا راستہ لیا۔

باب پانزدہم

شہادۃ الرسل

اس واقعہ سے متاثر ہو کر جو کہ مسیحیوں پر گذرا روم کے سینکڑوں بت پرست اشخاص مسیحی ہو گئے۔ جن میں سے ایک قیصر کا اپنا آزاد کیا ہوا غلام بھی تھا۔ اس کے پاس سے اتفاقیہ پطرس۔ پولوس۔ یعقوب کے خطوط اور چند اناجیل برآمد ہوئیں۔ شہنشاہ نیرو اور ملکہ پوپیا اور ٹگیلینوس کا خیال تھا کہ پطرس اور پولوس بھی ان مسیحیوں کے ساتھ ہی جل مرے ہونگے۔ لیکن اب ان کو اسی غلام کے ذریعہ سے معلوم ہوا کہ ابھی تک مسیحی مذہب کے دو بڑے پیشوا اور تعائد زندہ ہیں۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ جب یہ ایذا رسانی ہوئی تھی تو اُس وقت یہ دونوں رسول شہر رُوم میں موجود نہ تھے۔ پولوس رسول اپنی پہلی قید سے رہا ہو کر مختلف مقامات میں مسیحیت کی تبلیغ کر رہا تھا اور اس وقت وہ کسی دور دست علاقہ میں تھا۔ لیکن پطرس نے جب سُنا کہ شہر رُوم جلکر تباہ ہو گیا ہے اور نیرو نے مسیحیوں کا استیصال ہیبت ناک طریق سے کر دیا ہے تو وہ رُوم کی اُجڑی بچھڑی کلیسیا کے بچے کھچے شترکاء کو تسلی دینے کے لئے اپنے دورہ کو فوراً ملتوی کر کے بابل سے رُوم میں آ گیا۔

چونکہ ملکہ پوپیا مسیحیت کی جانی دشمن تھی۔ اس لئے اُس نے نیرو اور ٹیگیلینوس کو پُرزور صلاح دی کہ جس طرح سے بھی ممکن ہو پطرس اور پولوس کا سُراغ لگا کر انہیں گرفتار کر لیا جائے۔ کیونکہ اس کا خیال تھا کہ ان دونوں کے قتل کر دیئے جانے سے اس نفرتی اور ناپاک فرقہ کا قطعی استیصال ہو جائیگا۔ قیصر نیرو اور ٹیگیلینوس دونوں ملکہ پوپیا کے پھندوں میں آ گئے۔ ایک فرمان نافذ کیا گیا کہ پطرس اور پولوس کو جو مسیحیوں کے مشہور و معروف پیشوا ہیں جہاں کہیں وہ ہوں فوراً گرفتار کر لیا جائے اور فوجی سپاہی اور ایک کوہارٹ اور چند اراکین سلطنت اُن مکانوں کی تلاشی کے لئے مقرر کئے جائیں جو کہ دریائے تائیبر کے اُس پار واقع ہیں۔

پطرس کے ایک دلی دوست نے جونہی یہ سُنا تو اُس نے پطرس کو فوراً اس امر کی خبر دینی چاہی اور وہ شام کو مع اپنے ایک اور دوست کے اُس کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں دیکھا کہ بہت سے گھروں کو سپاہی گھیرے ہوئے ہیں اور شہر رُوم کے اُس حصہ میں ایک عجیب قسم کی کھلبلی مچی ہوئی ہے اور وہاں سرکاری اور غیر سرکاری اشخاص کا جمگھٹا لگا ہوا ہے۔ گارڈ کے تمنداری پطرس اور

پولوس کا پتہ دریافت کرتے پھرتے ہیں اور خانہ تلاشیاں ہو رہی ہیں۔

جب یہ دونوں شخص مریم کے گھر میں داخل ہوئے تو اُس وقت پطرس رسول کے پاس چند مسیحی بیٹھے ہوئے تھے۔ اُنہوں نے پطرس رسول سے فرمانِ شاہی کا ذکر کیا۔ جب پطرس کو اس آفتِ ناگہانی کا حال معلوم ہُوا جو اُس پر اور پولوس رسول پر آنے والی تھی تو اُس نے بڑے اطمینان سے کہا۔ "میری رُوح کو خداوند کے وہ الفاظ سُنائی دیتے ہیں جو اُس نے اپنی زبان فیض ترجمان سے طبریاس کی جھیل پر کہے تھے کہ جب تو جوان تھا تو آپ ہی اپنی کمر باندھتا تھا اور جہاں چاہتا تھا پھرتا تھا مگر جب تو بوڑھا ہو گا تو اپنے ہاتھ لمبے کریگا اور دوسرا شخص تیری کمر باندھیگا اور جہاں تو نہ چاہیگا وہاں تجھے لے جائیگا۔ اس لئے یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں بھی اپنے ہادیِ برحق کے نقش قدم پر چلوں۔ اب میری مشقت اور دینی خدمت کا خاتمہ قریب ہے۔ میں اپنے آسمانی باپ کے آسمانی مقدس گھر میں پناہ لونگا اور وہیں کامل آرام اور چین حاصل کرونگا۔"

پھر تمام لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ "مجھے یاد رکھنا۔ چونکہ میں تم سے ایسی سچی محبت رکھتا آیا ہوں جیسے کہ باپ اپنے بچوں سے کرتا ہے اور تم اپنی زندگی میں جو کام بھی کرو وہ صرف خداوند کے جلال اور اُسکی عظمت کے لئے کرو۔"

یہ کہکر اُس نے اپنے ہاتھ اُٹھائے تاکہ اُنہیں برکت دے۔ سب مسیحی یہ سمجھ کر اس کے گرد برکت لینے کے لئے جمع ہو گئے کہ یہ برکت جو آپ اُس سے ملیگی شائد آخری برکت ہو گی۔

اگرچہ پطرس رسول شہر رُوم ہی میں اقامت اختیار کرنے کے لئے تلا

ہوا تھا کیونکہ اُس کے دل میں سخت افسوس تھا کہ رُوم کی تمام مسیحی جماعت تتر بتر اور پراگندہ ہو گئی ہے اور بیشمار مسیحی قتل کر ڈالے گئے ہیں۔ کلیسیا کو جو رُومتہ الکبریٰ کی آتشزدگی سے پیشتر نہایت رونق پر تھی ظالم نیرو اور اس کے نادان متعصب مشیروں نے سخت نقصان پہنچایا ہے۔ اس لئے وہ ہرگز ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ ایک ایسی سرزمین کو چھوڑ دے کہ جس کے ہر ذرۂ خاک میں شہیدوں کا خون ملا ہوا ہے اور جس جگہ لاتعداد مسیحیوں نے مرتے وقت اپنے مذہب کے برحق ہونے کی شہادت دی اور دین کی خاطر خوشی سے موت گوارا کی ہے۔ لیکن جب اس کے دوستوں نے بار بار منت سماجت سے التجا کی اور تمام مسیحیوں نے متفق اللسان ہو کر زور دیا کہ آپ فوراً نیپلز چلے جائیں تو وہ اُن کے اصرار بلیغ کی وجہ سے بمشکل تمام رُوم چھوڑنے پر مائل ہُوا۔

ابھی صبح کا نور پھیل رہی تھی کہ پطرس وادیٔ کمپانیا کی طرف چل دیا۔ شفق کی سُرخی اُفقِ مشرق کی طرف نمایاں ہو چکی تھی۔ جونہی آفتاب قلۂ کوہ پر سے چمکتا دمکتا نکلا۔ پطرس کو ایک عجیب چیز نظر آئی۔ اُسے ایسا معلوم ہُوا کہ آفتاب آسمان پر اونچا چڑھنے کے بجائے نیچے اُتر کر سڑک پر چلنے لگتا ہے۔ پطرس اس حیرت انگیز واقعہ کو دیکھ کر چلنے سے رُک گیا۔ پھر بنظرِ غور اُس نور کی طرف دیکھا تو معلوم ہُوا کہ اُس آفتاب کی سی روشنی میں ایک شخص میری جانب بڑھتا چلا آتا ہے اور اُس کی روشنی تمام وادی میں پھیلتی چلی جا رہی ہے۔ پطرس کے دستِ مبارک سے عصا گر پڑا۔ اُس کی آنکھیں سامنے کی طرف ٹکٹکی باندھے ہوئے اُسی نُورانی صورت کو دیکھ رہی تھیں۔ پھر وہ گھٹنوں کے بل گر پڑا۔ اُس نے اپنے ہاتھ آگے کی طرف پھیلا دیئے اور بلند آواز سے پکار اُٹھا۔

"اے میرے خداوند۔ اے میرے پیارے نجات دہندہ مسیح"! پطرس نے اپنا
مُنہ زمین پر رکھدیا۔ گویا وہ تقبیلِ قدم میں مصروف ہے۔ دیر تک یہی عالم رہا۔ پھر
پطرس نے کانپتی اور تھرتھراتی آواز سے کہا کہ "اے خداوند تو کہاں جاتا ہے؟"

پطرس کے کان میں ایک ہلکی اور ملائم مگر پُردرد آواز یہ کہتی ہوئی آئی "چونکہ تو
میرے لوگوں کو چھوڑ رہے جاتا ہے اس لئے میں شہرِ رُوم کو جاتا ہوں تاکہ دوبارہ صلیب
پر چڑھایا جاؤں"۔

یہ کلمات سُنتے ہی پطرس حیرت اور استعجاب کا پُتلا بن گیا۔ اُس کا مُنہ خاک پر
تھا۔ وہ دیر تک بے حس و حرکت پڑا رہا۔ پھر ہوش میں آکر اُٹھ کھڑا ہوا۔......
...... اور شہرِ رُوم کی جانب رُخ کیا۔ جونہی وہ رُوم میں پہنچا۔ تمام وفادار
دوست اور رُفقاء اور مسیحی مرد اور عورتیں اُس کو پُرحیرت نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ مگر
سب نے اُس کو سر آنکھوں پر جگہ دی۔ لیکن اُن کے خوف کی کوئی انتہا نہ رہی۔ کیونکہ
اُس کی روانگی کے بعد ہی شاہی گارڈ والوں نے مریم کا گھر گھیر لیا تھا اور پطرس کی
گرفتاری کی خاطر کونہ کونہ چھان مارا تھا۔ جب اُنہوں نے واپسی کا سبب دریافت
کیا تو اُس نے پوری کیفیت اُن کے گوش گذار کر دی۔

صبح سے شام تک لوگوں کا جمگھٹا رہا اور دن بھر شاگردانِ راسخ الاعتقاد کا تانتا
بندھا رہا۔ آخر کار شام ہو گئی۔ شب سیہ سر پر تھی۔ اور چمکدار تارے مادرِ فلک
کی گود میں لوٹنے لگے تھے کہ وہ صدہا نئے مریدوں کو تعلیم اور اصطباغ دینے چلا
گیا کیونکہ شہیدوں کے ہر ایک آنسو اور اُن کے خون کی ہر ایک بوند سے صدہا
نئے شاگرد بنتے چلے جاتے تھے اور قیصر نیرو کے سرکس کے شہیدوں کی ہر آہ ہزارہا

لوگوں کے سینوں میں ایک نیا رنگ پیدا کر رہی تھی۔ اگرچہ نیرو۔ ملکہ پوپیا اور ٹگیلینوس کے سر پر خون کا بھوت سوار تھا اور شہنشاہ کی ہاں میں ہاں ملانے والے عمائدِ رُوم اور تمام بُت پرست دُنیا اور مسیحیوں کے خون کے پیاسے یہودی مسیحیت کی مخالفت میں دیوانے ہو رہے تھے۔ تاکہ مسیحیوں کے خون سے سرزمینِ رُوم کو عجین کر دیں لیکن پطرس خوب جانتا تھا کہ شہنشاہ نیرو باوجود اپنی تمام سپاہ اور فوجی قوت کے مسیحی مذہب کی زندہ صداقت اور حقیقت پر غالب نہیں آسکتا اور اُس کو ہزیمت نہیں دے سکتا اور نہ اُس کا زور خون اور آنسوؤں کے بہانے سے گھٹا سکتا ہے۔ وہ شہر جو غرور و نخوت ظلم و تعدی۔ گناہ و عیاشی کا مسکن اور مرکز تھا اب زندہ۔ قوی۔ قادر اور سربلند خدا کا مسکن بنتا اور ایک ایسا دارالخلافہ ہوتا جاتا تھا کہ جہاں سے رُوحانی اور دنیوی دونوں قسم کی مسیحی حکومت شروع ہو گی۔

اتنے میں ایک پیغامبر آیا کہ جس کی سانس اُس کے سینہ میں سما تی تھی۔ اُس نے کمال رنج و افسوس سے یہ خبر دی کہ پولوس رسول بھی تکو پولس میں گرفتار کر لیا گیا ہے۔ اور آجکل تک یہاں پہنچنے والا ہے۔ رومی مسیحیوں کو اُسکی گرفتاری کا از حد قلق ہُوا۔ ادھر آدھی رات ڈھلتے پطرس کو بھی گرفتار کر کے پا بجولاں کر دیا گیا۔ تیر داس وقت یونانیوں کو جو اُسکی حرکاتِ ناشائستہ اور افعالِ قبیحہ کے باعث سخت متنفر اور علانیہ سرکشی کرنے لگ گئے تھے اور شاخِ دیوار پر بیٹھے تھے خوش کرنے کے لئے یونان چلا گیا تھا اور روانگی سے قبل اپنی جگہ اپنے آزاد شدہ نالائق جابر۔ خناطین ستیم۔ شاہد باز اور شانی مسیحیت۔ ہیلیس کو سیاہ و سفید کرنے کا پورا اختیار دے گیا تھا۔ رسولانِ نامدار پولوس و پطرس کا مقدمہ پہلے

نیرو کے ادر پھر اسی آزاد شدہ کور باطن خبیث۔ اظلم غلام کے سامنے پیش ہوا جو فطرۃً دشمنِ مسیحیت تھا۔ مقدمہ کی تحقیقات شروع ہوئی۔ عند التحقیقات کوئی جرم اُن پر ثابت نہ ہوا۔ لیکن چونکہ وہ پیشوایانِ دینِ مسیحی تھے اس لئے وہ واجب القتل قرار دیئے گئے اور ان دونوں پر بلا تقصیر فتویٔ موت صادر کیا گیا۔

پطرس رسول کو پہلے خاردار کوڑے لگائے گئے اور دوسرے دن اُسے شہر پناہ سے باہر ٹھیکن پہاڑی کے قریب صلیب دینے کے لئے لے گئے۔ اُس روز درِ زنداں پر لوگوں کا بڑا بھاری ہجوم تھا۔ جب دروازہ کھولکر پطرس رسول کو باہر نکالا گیا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی جلیل القدر بادشاہ اپنی فوجِ جرار کے ساتھ بڑے کر و فر سے جا رہا ہے۔ اور لوگ چاروں طرف سے نعرے مارتے تھے۔ کہ دیکھو آج پطرس رسول خداوند کے پاس جاتا ہے۔ یہ جلوس آہستہ آہستہ مقتل کی جانب بڑھتا گیا۔ پطرس دل میں خدا سے پُرسوز دعا کرتا ہوا چلا جاتا تھا۔ اور ایک مقام پر پہنچکر آسمان کی طرف نظر کی اور کہا کہ "اے خداوند تو نے مجھے اس شہر کے فتح کرنے کا حکم دیا تھا۔ جو تمام دُنیا پر حکمرانی کرتا ہے اور میں نے اُسے تیرے ہی مُقدس و جلیل نام سے فتح کر لیا ہے۔ تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اس میں تیری سلطنت قائم کردوں سو میں نے قائم کر دی ہے۔ اے خداوند اب یہ شہر تیرا قلعہ ہے اور میں اب تیرے حضور آتا ہوں۔ کیونکہ میری خدمت پوری ہو چکی ہے"۔

جب وہ بیشمار معابدوں کے پاس سے گذرا تو اُن کی طرف نگاہ کر کے کہا کہ "یہ سب معابد مسیح کے ہو جائینگے"۔ اور پھر اُس جماعت کی طرف دیکھ کر جو اُسکی نظر کے سامنے تھی کہا کہ "وہ دن آتا ہے کہ جب تمہاری نسل مسیح خداوند

کہ مسیحی خادم اور پرستار پہنچائینگے۔ اور شاہانِ روم مسیح کی تجلی کی روشنی میں چلینگے اور اُس کا لوہا مانینگے اور سلطنتِ رُوم کی ملحقہ ریاستیں خُدا کے بیٹے کو چومینگی تاکہ وہ ناراض نہ ہو۔

جب جلوس دریائے تائیبر کے پار پہنچا تو اور بھی بیشمار لوگ اُس جلوس میں شریک ہو گئے۔ حتیٰ کہ کوہارٹ کے دل میں کہ جسکی نگرانی میں یہ جلوس تھا وسوسہ پیدا ہو گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مسیحی دین کے اس بڑے پیشوا کے مریدانِ صادق الاعتقاد بلوہ کر بیٹھیں اور ہلہ بول دیں اور اپنے پیشوا کو چھڑا لیجائیں لیکن کسی نے کچھ بھی تعرض نہ کیا۔

جب تک سپاہیوں نے زمین میں گڑھا کھود کر صلیب کو نصب کیا وہاں ایک سناٹے کا عالم رہا۔ پطرس خاموشی کے ساتھ شہر کی طرف منہ کئے ہوئے کھڑا رہا۔ اور دریائے تائیبر کو جو پہاڑی کے نیچے بہتا تھا۔ اور اُس پار شہر کی رفیع الشان اور خوبصورت عمارات کو دیکھتا رہا۔ جن میں قیصر اگسٹس کا مقبرہ۔ پومپی کا بنایا تھیٹر اور نیرو کے تعمیر کردہ حمام اور بالاخانے اور برج۔ معابد اور یادگاری کے ستون تھے۔ وہ یک بیک شہر سے یوں مخاطب ہوا کہ

"اے شہر روم! تجھے نجات دی گئی۔ اور تو مسیح خداوند کا ہو گیا"۔

اب ایسا وقت تھا کہ آفتاب عالمتاب کا تھانہ مغرب میں استراحت کرنے کے لئے نیچے کو جھکتا جاتا تھا۔ جب سپاہی پطرس کے کپڑے اتارنے کے لئے اُس کے نزدیک پہنچے تو وہ اُس وقت دعا میں مشغول تھا وہ فوراً کھڑا ہو گیا اور سپاہی اُسکی جلالی شکل دیکھ کر تھرا اُٹھے۔ لیکن پطرس نے بلندی پر کھڑے ہو کر اور اپنا

دہنا ہاتھ اٹھا کر صلیب کی علامت بنائی اور اپنی زندگی کے آخری لمحوں میں شہر روم کے باشندوں کے لئے برکت چاہی۔ بعدازاں سپاہیوں نے اُسکو صلیب پر رکھ کر میخوں سے ٹھونک دیا۔ اور اس طرح اس کا مُرغ رُوح قفس عنصری سے پرواز کر کے آسمانی شہیدوں کی نورانی اور جلالی فوج میں شامل ہو گیا۔ شاگردوں نے اُسکی لاش کو اپنے زیر اہتمام دفن کر دیا۔

اسی شام کو سپاہیوں کی دوسری جماعت پولوس رسول کو مقتل کی طرف لے جا رہی تھی۔ اس کے ہمراہ بھی مسیحی دینداروں کی ایک جماعت کثیر تھی۔ شہر کے پھاٹک کے باہر آسے کئی مُتدین دوست نالہ کناں وسینہ کوباں ملے۔ وہ اُنہیں زاروقطار روتے دیکھ کر تسلی دینے لگا۔ راستہ میں جہاں کہیں اُس کا کوئی دوست ملجاتا تھا وہ فوراً ٹھہر جاتا۔ اُس سے باتیں کرتا اور اُس کو عجیب طور سے تسلی دیتا تھا کہ سُننے والے دنگ رہ جاتے تھے۔ سپاہیوں نے کسی قسم کا تعرض نہ کیا کیونکہ وہ رومی شہری ہونے کا حق رکھتا تھا۔ ایک کمسن لڑکی سے جو اُس کے پاس کھڑی رو رہی تھی کہا۔ کہ اے پیاری چھوٹی لڑکی۔ نجات ابدی کی بیٹی! بہ امن وامان چلی جا۔ میرے لئے مت رو۔ صرف مجھے اپنا نقاب دیدے۔ اُس لڑکی نے اپنا مقنعہ پولوس کو دیدیا اور وہ اس کو لیکر چل دیا۔ پطرس کی طرح اُس کے دل میں بھی عجیب قسم کا اطمینان تھا۔ وہ اب اس یقین کے ساتھ اپنی زندگی کو خیرباد کہہ رہا تھا کہ اُس جنگ عظیم میں جو بُت پرست دُنیا اور کفر وشرک۔ بطالت والحاد اور مسیحی مذہب اور مسیحی خدا پرستی کے مابین چھڑ گئی ہے پایان کار اُس میں دین مسیحی کو فتح عظیم نصیب ہوگی۔ چونکہ مقتل ذرا دُور تھا۔ اس لئے راستہ ہی میں شام ہو گئی۔

یکایک پولوس رسول فرطِ مسرت سے کہنے لگا کہ "مسیحی مذہب نے رُوم کو فتح کرلیا ہے۔ اب کون سی طاقت ہے جو اُسکو نیست کرسکتی ہے؟ اور وہ کون سی طاقت ہے جو اُس پر غالب آسکتی ہے؟ قیصر کے پاس خواہ ایک کثیر التعداد لشکرِ جرار ہو اور سارے بحر و بر اُس کے قبضۂ اقتدار میں ہوں۔ اور اُسکو سلطنت کی کل قوتیں حاصل ہوں۔ لیکن تو بھی وہ مسیحی مذہب پر ہرگز ہرگز غالب نہیں آسکتا۔ جو کلیسیائیں میں نے قائم کردی ہیں اور جو بیج میں نے بو دیا ہے وہ قیصر کی سخت سے سخت مخالفت پر بھی نہ ضائع ہوسکتیں اور نہ برباد ہوسکتا ہے"۔ غرضیکہ وہ اس قسم کے الفاظ اپنے دہنِ مبارک سے کہتا ہُوا مقتل کی طرف جا رہا تھا۔ اور ہزارہا ہزار اشخاص کا مجمع اُس کے ساتھ تھا۔

آخر کار مجمع منزلِ مقصود پر یعنی اوسٹیا کی سڑک کے پاس جو کہ تین چشموں کا مقام کہلاتا ہے جا پہنچا۔ پولوس رسول نے اپنے بازو پر نقاب ڈال لیا تاکہ اُس سے اپنی آنکھیں ڈھانپ لے۔ آخری مرتبہ اُس نے اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اُٹھائیں تو اُن سے کمال درجہ کے سکونِ خاطر کا اظہار ہوتا تھا۔ پھر اُس نے اپنے گھٹنے ٹیک کر دعا مانگی۔ کہ "اے خداوند! میں ایمان کی اچھی لڑائی لڑ چکا۔ میں نے اپنی دوڑ اور خدمت کو پُورا کیا۔ اب تو مجھے اپنی مبارک حضوری میں بُلا کر ابدی راستبازی کا تاج عطا فرما۔ میں اپنی رُوح تجھے سونپتا ہوں"۔ وہ اتنی دُعا کرنے ہی پایا تھا کہ بیداد جلاد نے شمشیر آبدار کا ایک ہی ہاتھ مار کر اُس مقدس رسول کے سرِ مبارک کو تنِ اطہر سے جُدا کر دیا۔

اُس جگہ کے نزدیک جہاں اب انگریزوں کا قبرستان بنا ہُوا ہے اُس کا سرِ مبارک گردن سے جُدا کیا گیا۔ اُس کے دوست اُس کی نعش کو اُٹھا کر

کیٹاکومبس کی طرف لے گئے۔ جہاں زیرِ زمین قبریں بنی ہوئی ہیں۔ اُسی جگہ دنیا میں سب سے بڑے رسول کا بدن اب تک کسی جگہ پڑا ہے اور خدا کے بیٹے کی آواز کا منتظر ہے۔

اگرچہ گناہ کی بادشاہت اور تاریکی کے سردار شیطان نے اپنا سارا زور ختم کر دیا اور بظاہر فتحیابی اور ظفریابی کا شادیانہ بجایا لیکن ظلِ نتی کی مانند اُس کی نسخ متخلل ثابت ہوئی۔ جلاد کی شمشیرِ جوہردار کی تقلید سے رسول مقبول پولوس کے مجبس جسم کے قفل کو توڑ ڈالا اور اُس کا مُرغِ رُوح قفسِ عنصری سے آزاد ہو کر عالمِ قدس کی طرف پرواز کر گیا اور قیصرِ رُوم اور اُس کے ہوا خواہ اُس مقدس شخص کو اپنے شہر کے پھاٹکوں سے خارج کر کے اپنے دل میں خوش ہوئے۔ مگر اُس آسمانی ابدی یروشلم میں جو سچ مچ لازوال ہے ہزار چند بہترین طور سے سُبحانِ ملاءِ اعلےٰ نے خیر مقدم اور خوش آمدید کہا۔

افسوس صد افسوس کہ خداوند مسیح کے ہر دو بہادر۔ دلیر۔ عالی حوصلہ اور اولوالعزم رسول بھی ۲۹ جون ۶۶ء کو بحکمِ قیصر نیرو رُوم میں شہید کر دیئے گئے۔ آہ! آہ!! آہ!!! اگر رُوم کے شاہِ وقت نیرو کو یہ معلوم ہوتا کہ باوجود میری اور کُل آئندہ شہنشاہانِ رُوم کی سخت ترین مخالفت کے بھی رُوم مسیحی بادشاہت کا عظیم الشان دارالخلافہ ہو جائیگا اور دینِ مسیحی تمام مذہبوں پر غالب آ کر رُوم کا سرکاری مذہب قرار دیا جائیگا تو وہ کبھی بھی مسیحی مذہب کے استیصال و بیخ کنی کی کوششِ وافر اور سعیِ بلیغ نہ کرتا۔

فاضل ربّی گملیل کی صلاح یہودیوں کے لئے کیسی عمدہ۔ بیش قیمت اور

قابل قدر تھی کہ میں تم سے کہتا ہوں کہ ان آدمیوں سے کنارہ کرو۔ اور اُن سے کچھ کام نہ رکھو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ خدا سے بھی لڑنے والے ٹھہرو کیونکہ یہ تدبیر یا کام اگر آدمیوں کی طرف سے ہے تو آپ برباد ہو جائیگا۔ لیکن اگر خدا کی طرف سے ہے تو تم ان لوگوں کو مغلوب نہ کرسکو گے"۔

افسوس کہ یہودیوں نے سخت دھوکا کھایا اور قیصران رُوم نے بھی اور ہندوستان کے مخالفانِ دینِ مسیحی بھی سخت غلطی میں مبتلا ہو کر دھوکا کھا رہے ہیں۔ ایک نہ ایک دن اُن کو پشیمان ہونا پڑیگا۔

باب شانزدہم

خس کم جہاں پاک

نیرو کو اس بات کی دُھن نہیں بلکہ جنون تھا کہ اب جس طرح سے بھی ممکن ہو لوگوں کے دلوں کو اپنی مٹھی میں کرے۔ شہنشاہ ہو کر انصاف کو تو جانتا ہی نہ تھا کہ کس جانور کا نام ہے۔ اُسکو تسخیرِ قلوب کا یہ چلتا ہُوا نسخہ یاد تھا کہ لوگوں کو اپنے لعبات اور تماشے دکھائے اور طرح طرح کے سوانگ دھار کر لوگوں کے دلوں کو موہ لے۔ چنانچہ اُس نے ایک نقیب کو بُلا کر مُنادی کرا دی کہ آج شام ہی کو قیصر اپنی شاہانہ عنایت سے تمام لوگوں کو سرکس میں رتھوں کی دوڑ دیکھنے کے لئے طلب کرتا ہے قیصر نیرو اور لیٹرانوس خود اس رتھ کی دوڑ میں شریک ہونگے۔

وقتِ مُعیّنہ پر سرکس میں تماشائیوں کا ہجوم ہو گیا۔ نشست گاہوں میں

تل رکھنے کو جگہ باقی نہ تھی۔ اِدھر نیرو اُدھر لیبٹرانوس اپنے اپنے رتھوں کو لئے تیار کھڑے تھے۔ گھنٹی بجنے پر مراقبِ لعبات نے اپنے رُومال ہلا کر رتھوں کے دوڑانے کا اشارہ کیا۔ اب دونوں نے رتھوں کو ہانکنا شروع کیا۔ لیبٹرانوس قیصر کے رتھ سے بہت آگے بڑھ گیا۔ مگر جونہی وہ سڑک کے موڑ پر پہنچا اُس نے جوش میں آکر گھوڑے کو زور زور سے چابک مارنے شروع کر دیئے۔ جس سے اُس کا گھوڑا طیش میں آکر بھڑک گیا اور ایسا اَڑا کہ جگہ سے سرکنے کا نام ہی نہ لیا۔ اور پھر اُس نے ایسی شرارت کی کہ رتھبان کو رتھ پر سے دے پٹکا۔

لیبٹرانوس کو کچھ تو اپنی حماقت پر از حد دلی قلق تھا اور کچھ اپنی شورہ بختی پر۔ وہ شرمندگی اور رنج و اندوہ اور غصّے کے مارے تھرتھرا اُٹھا۔ مگر کیا کرتا۔ مجبور اور بے بس تھا۔ بازی قیصر کے ہاتھ رہی۔ اور اُس کی رتھ پھولوں اور اعزازی نشانوں کی کثرت سے اٹ گئی۔ جو کہ اُمراء و وزرائے سلطنت نے اُس پر نثار کئے تھے۔

سینیٹ سردارانِ فوجی۔ قوماندار۔ ماجور۔ عسکری۔ جندی۔ ناظر الانتظار۔ رئیس الشبطیہ اس کے سلام کو حاضر ہوئے۔ اُن کی اور عوام الناس کی تحسین و آفرین اور مبارکباد کی صداؤں اور نعروں سے در و دیوار گونج اُٹھے۔ نیرو اس بازی کے جیت لینے پر بدرجۂ غایت ہشاش بشاش ہُوا۔ اور الحرس السّلطانی کے ساتھ سیدھا اپنے قصر کی طرف روانہ ہو گیا تاکہ اپنی ملکہ پوپیا سے بھی خراجِ تحسین حاصل کرے۔

قیصر کی آمد پر ملکہ پوپیا اپنے کمرے میں ایک کوچ پر لیٹی ہوئی آرام کر رہی تھی کہ قیصر نیرو رتھبان کے لباس میں ہی اُس کے پاس چلا گیا۔ وہ کچھ علیل الطبع بھی تھی اور ساتھ ہی کسی خاص بات کے سبب سے اُس کے مزاج کا پارہ بھی حدِ اعتدال

سے اور چڑھا ہوا تھا۔ وہ قیصر کو زعفرانوں کے لباس میں دیکھ کر حیرت کا پتلا بن گئی اور طنزاً کہا کہ

پوپیا:۔ واہ وا! ایک قیصر کیلئے یہ کیسی مناسب پوشاک ہے۔

نیرو:۔ (غصے سے جل بھن کر) کسی کو کیا؟ جیسی میری مرضی ہوگی ویسی پوشاک پہنونگا

پوپیا:۔ پہننے سے کون منع کرتا ہے؟ مگر میں یہ کہتی ہوں۔ کہ آپ جو کچھ کریں عمدہ طور سے تو کریں!

پوپیا نے کہنے کو تو کہدیا مگر قیصر کے غیظ و غضب کی کچھ انتہا نہ رہی۔ مثل مشہور ہے کہ جُرحُ الکلامِ اَصعبُ مِن جُرحِ الحُسامِ۔ مزاج کے تھرمامیٹر کا پارہ اپنی ڈگری پر پہنچ گیا۔ آنکھوں سے چنگاریاں نکلنے لگیں۔ چونکہ ملکہ پوپیا نے اُسکو بُرا بھلا کہا تھا۔

اسی طیش و غضب کی حالت میں اُس نے پوپیا کو ایک ایسی تان کر ٹھوکر ماری کہ جو اُس کے سینے میں برچھی کی طرح لگی اور لگتے ہی وہ بیہوش ہوگئی۔ اطبائے نامدار طلب کیے گئے۔ لیکن اُن شاہی حاذق طبیبوں کی کچھ پیش نہ گئی۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ جب کامل ایک گھنٹے کے بعد خون کا استفراغ ہوا اور طبیعت نے ذرا سا سنبھالا لیا تو وہ کمال یاس اور نا امیدی کے عالم میں چلا اُٹھی:۔

اب میرے کوچ کا وقت آپہنچا۔ انجام کار اُن بے گناہ مسیحیوں کا خون رنگ لایا کہ جنکو میں نے سخت عقوبت و اذیت کے ساتھ اور نہایت نفرت انگیز طریق سے ہلاک کرنے کی قیصر سے بحیثیت ملکہ پُرزور سفارش کی تھی اور تقدس مآب پولوس اور رفعت مآب پطرس کا خون بلاوجہ اور ناحق بہایا۔ جنکی قابل فخر درخشاں ہستیوں اور مسیحیانہ روشوں میں کسی قسم کا

بھی سقم اور تنفص نہ تھا۔ تمام لوگوں کو اُن کے ساتھ دلی ہمدردی تھی اور یہ میری نرہبی دیوانگی تھی۔ میں نے اس مکروہ اور قابلِ نفرین فعل میں نمایاں حصہ لیا۔ اور شریر النفس یہودیوں کی صلاح پر عمل پیرا ہوئی۔ میرے اِن قابلِ شرم اور نفرتی گناہوں کے باعث میرا اعمال نامہ تا ابد بالکل سیاہ رہیگا۔ اور آیندہ زمانہ کے لوگ میری ان ستم شعاریوں اور بدکرداریوں کی وجہ سے افسوس کے آنسو بہائینگے اور میرے نام پر مدام لعنت وملامت کرتے رہینگے۔ واقعی میرا اعمالنامہ ایسا ہی ہے۔ افسوس صد افسوس کہ میں نے محض اپنے ہی فواید اور لُطفِ زندگی اور ہوا و ہوسِ نفسانی کی خاطر بے گناہ ملکۂ معظمہ اگرپنا اور معصوم مطلق۔ صاف دل بھولی بھالی ملکۂ اوکٹیوریہ کا خون بہانے کے لئے قیصر نیرو کو مجبور کیا۔ ہائے ہائے یہ میں نے کیا کیا ؎

اے سکندر تیری بھی نہ رہی عالمگیری - کتنے دن آپ جیا جس لئے دارا مارا

جب میں ان گذشتہ واقعات وسوانحات پر غور کرتی ہوں تو میرے بدن پر رعشہ آجاتا ہے۔ افسوس کہ جوانی کے جوش میں میری عقل گھاس چرنے چلی گئی تھی۔ سچ ہے جوانی دیوانی۔ اگر میں پیدا ہی نہ ہوتی تو میرے لئے بہتر تھا۔ اب آج کے دن مجھے اُن سب ناکردنی افعال کا عوض اور بدلا مل رہا ہے۔ وہ بیشمار مقتولین تو جلاّدوں کے ہاتھوں سے قتل کئے گئے۔ لیکن ہائے افسوس کہ میں نہایت مکروہ اور ذلّت آمیز موت سے مرتی ہوں۔ اور طرفہ ماجرا یہ ہے کہ اُس شخص کی ٹھوکر سے مرتی ہوں کہ جو مجھ پر بدل وجان فریفتہ۔ شیدا۔ مفتون والہ اور گرویدہ تھا۔ جس کو میں نے اپنے حصول مقاصد کے لئے موم کی ناک بنا رکھا

تھا۔ اور جس کے حضور میں میرا کلام سب سے گوئے سبقت لیجاتا تھا اور ہر ایک بات کرسی نشین ہوتی تھی۔ ہائے ہائے میرا انجام واقعی نہایت ہی بد تلخ اور مایوس کن ہے“۔

اتنا کہنے ہی پائی تھی کہ خون کی قے ہوئی اور ضعف سے ایسی بیہوشی ہوئی کہ پھر دوبارہ ہوش میں نہ آئی۔

نیرو کا غصہ جب ٹھنڈا ہوا تو فرطِ رنج وغم کے سبب سے دیوانہ ہوگیا۔ دنیا اُسکی نظروں میں تیرہ و تاریک ہوگئی۔ جب اُس نے دم توڑتی ہوئی ملکہ کے منہ سے یہ رقت آمیز آخری الفاظ سُنے تو تھرّا گیا اور اُس کا چہرہ اُتر گیا اور مسیحیوں کے قتل سے از حد پشیمان اور پریشان ہُوا

آخر کار مجروح ملکہ پوپیا نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور اپنا دم توڑ دیا۔ اُس کے مرنے کے بعد قیصر نیرو نے بصد حسرت و یاس اُسکی لاش کو مصالحہ لگوا کر قیصر اگستس کے مقبرے میں دفن کر دیا اور حسب دستور مرحومہ کا ایک بُت بنوا کر اُسکو چتا پر جلا دیا۔ قیصر نے لاکھوں اشخاص کی موجودگی میں جو رسمِ جنازہ میں شریک تھے ایک دلسوز تقریر کی۔ جس کا مطلب مختصر الفاظ میں یہ تھا کہ ”مجھے ملکۂ مرحومہ سے ایک اُنس تھا۔ وہ ہر وقت کی مشیر تھی۔ مجھے اُسکی ناگہانی اور بے وقت موت کا از حد قلق ہے۔ لیکن مجھے ملکہ کی آخری تقریر سے جو اُس نے بستر مرگ پر میری موجودگی میں کی یہ امر صاف طور سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ سخت ناگہانی آفت جو اُس پر اور مجھ پر اچانک نازل ہوئی اور سخت مصیبت کا آسمان جو مجھ پر ٹوٹ پڑا ہے وہ محض بے گناہ مسیحیوں کے قتلِ عام کی وجہ سے ہے۔ لہٰذا اب میرا فرمان یہ ہے کہ:۔

اب سے تمام مسیحیوں کو پر امن امان رہنے کی اجازت دیجاتی ہے۔ کوئی شخص محض اُن کے مسیحی ہونے کے باعث تعرض نہ کرے۔ اُن کو کامل مذہبی اجازت دی جاتی ہے کہ جس طریق سے وہ چاہیں اپنے خدا کی عبادت کریں۔ اب میرے لئے تلافیِ مافات کی صرف یہی ایک سبیل ہے اور بس۔ اہلِ روما میرے اس فرمان کو یاد رکھیں۔ آئندہ میرے اسی فرمان کے مطابق عملدرآمد ہوگا۔"

باب ہفدہم

احتفالِ عظیم الشّان

(در باب تدابیر انقلاب سلطنت)

جس روز کے واقعات کا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں اُسی دن کی شام کو تبور نام ایک بڑے قصبے میں ایک عالیشان مکان کی زیرین منزل میں بہت سے رؤساء۔ شرفا اُمرائے شہر روم جمع ہو رہے ہیں۔ اور لوگوں کی آمد کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ اس مکان کے پھاٹک پر ایک نہایت ہوشیار مستعد اور قوی ہیکل آدمی کھڑا ہے۔ جو ہر آنے والے شخص کے چہرے کو پہلے خوب گھور گھور کر دیکھتا ہے۔ بعد ازاں اُسے اندر جانے کی اجازت دیتا ہے۔ اس اعلےٰ درجہ کے حزم و احتیاط اور اس قسم کی دیگر باتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں کوئی خفیہ جلسہ

ہونے والا ہے۔

اس مکان کے ہال کمرہ کے دریچہ میں سے لبِ دریا کا منظر نہایت دلکش نظر آتا تھا۔ پہاڑی کے عین دامن میں شاہ بلوط کا گھنا جنگل تھا جس میں کہیں کہیں کوئی صنوبر کا درخت سر نکالے ہوئے دکھائی دیتا تھا۔ دریا کے پار سرسبز کھیت اور انگور اور دیگر میوہ دار درختوں کے باغ لہلہاتے نظر آتے تھے دریا کی آبشاریں بھی یہاں سے صاف دکھائی دیتی تھیں۔ مگر مسافتِ بعید و بُعد بعید کے سبب سے اُن کا شور سُنائی نہ دیتا تھا۔ اُس وقت آفتاب جلتا پر مسافرت کی گرد پڑ چکی تھی۔ اور دن بھر کے کاموں سے تھک کر اس کا چہرہ زرد پڑ چکا تھا۔ افقِ مغرب میں شفق نمایاں ہوتی جاتی تھی۔ آفتاب کی سُنہری اور زرپاش شعاعیں سطحِ دریا پر پڑ کر ایک عجیب پُرلطف سماں پیدا کر رہی تھیں۔ یہ ایک ایسا سُہانا اور دل پسند اور مرغوب الطبع نظارہ تھا کہ جماعت کے تمام افراد اس کو اپنی آنکھوں میں جگہ دے رہے تھے۔ کیونکہ وہاں قدرت اپنی ساری خوبی و حسن اور نیرنگیوں کے ساتھ جلوہ گر تھی۔ رہبوں کو ایسے منظر بہت ہی پسند خاطر تھے۔ لیکن اس وقت لوگوں کی خاص توجہ کسی دوسری اہم بات کی طرف راغب تھی۔

جبکہ لیلائے شب نے اپنی مشکین چادر چار دانگ عالم میں پھیلا دی۔ اور طاؤسِ شب نے سطحِ فلک پر اپنا دل کو موہ لینے والا رقص شروع کیا۔ تو حاضرین میں سے ایک بزرگ کہن سال نے کھڑے ہو کر تمام مجمع پر ایک گہری نگاہ ڈالی اور حاضرین میں سے ہر ایک کے چہرہ کو بڑے ہی غور سے دیکھا اور مطمئن

ہو کر کہا:-

پیر مرد۔ غالباً ہمارے سب احباب اور رفقاء تشریف لے آئے ہیں۔ اب کارروائی شروع کر دینی چاہئے۔ ہاں حکیم سینکا ابھی تک تشریف نہیں لائے۔ یہ عجیب بات ہے۔ خیر کارروائی شروع ہونی چاہئے۔ کیونکہ خطرہ ہے کہ وقت زیادہ گذر جائے۔ ہمارا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ ہم اخفائے راز اور ملک کی بہتری و بہبودی کے لئے آخر دم تک جدوجہد کرنے کا حلف اُٹھائیں۔ میرے دوستو! یاد رکھو کہ آزادی کوئی ارزاں چیز نہیں ہے۔ بلکہ بڑی گراں قدر اور بیش قیمت شے ہے۔ اس مقدس دیوی پر بہت سی جانیں قربان کرنی پڑتی ہیں۔ اس لئے ہم سب کو ملک کی بہبودی کی خاطر جان تک لڑا دینی چاہیے۔ کیونکہ حقیقی اور سچے محب الوطن کا فرض ادائے الٰہی ہے۔

یہ جوش بھرے کلمات سنتے ہی حضارِ جلسہ کے دل سچی حب الوطنی کے جوش سے معمور ہو گئے۔ سب کی رگوں میں خون جوش مارنے لگا۔ ہر ایک شخص نے کھڑے ہو کر رازداری اور حکومت سے مقابلہ کرنے کی قسم کھائی۔ اور من بعد سب بیٹھ گئے۔ اس کے بعد لیبینئیس شاعر کھڑا ہوا اور کہا:-

لیبینئیس۔ میں رائے پیش کرتا ہوں کہ اس مجلس کے صدر ہمارے معزز و محترم دوست لیڑائوس بنائے جائیں۔

رُوفس:- میں تائید کرتا ہوں۔

غرضیکہ جماعت کی منظوری سے لیڑائوس نے کُرسیِ صدارت کو زینت بخشی اور ایک منٹ کے بعد کھڑے ہو کر حسب ذیل افتتاحی تقریر کی:-

لیڈی انگوش:۔ معزز حاضرین! غالباً مجھے یہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ ہم یہاں کیوں جمع ہوئے ہیں۔ کیونکہ یہ بات سب کو معلوم ہے۔ بات یہ ہے کہ اب ہم سے ملک کی بربادی دیکھی نہیں جاتی۔ ہمارا پیمانۂ ضبط وصبر بالکل لبریز ہو چکا ہے یہی حقیقی حب الوطنی کا تقاضا یہ ہے۔ کہ اس زہریلے پودے کو جلد سے جلد بیخ و بُن سے اکھاڑ پھینک دیا جائے۔ تاکہ ہمارا ملک اور ہمارے سب بھائی بند مزید تباہی اور بربادی کے اثمارِ تلخی کے اثرات سے محفوظ ومامون رہیں۔ آپ سب حضرات کو بخوبی معلوم ہے کہ میں شہنشاہ نیرو کا دلی دوست اور سچا خیر خواہ تھا۔ اور میں ہر ایک معاملہ میں راستی سے اُس کی رہنمائی کرتا تھا۔ لیکن وہ کبھی نیک صلاح پر کاربند اور عمل پیرا نہیں ہوا۔ بلکہ نالائق حرکات اور شرارتوں کی طرف اُسکی طبیعت بشدت مائل ہے۔ اس لئے اُسکی شیطانی حرکات کی وجہ سے اب مجھ سے زیادہ اُس کا کوئی دشمن نہیں۔ ہاں جس قدر جلد ہو سکے نیرو کا رشتۂ حیات منقطع کر دینا چاہیئے۔ یا کم از کم اُس کو معزول کر کے ملک کو اُس کے مظالم سے نجات دلانی چاہیئے۔ چونکہ ہمیں بہت سے ضروری کام درپیش ہیں اور کئی دوستوں نے اپنے زرین خیالات پیش کرنے ہیں۔ اس لئے میں زیادہ وقت لینا نہیں چاہتا اور اپنے معزز دوست لیپیکس شاعر سے جو ایک عالی دماغ۔ شیریں بیان نکتہ سنج شاعر ہیں درخواست کرتا ہوں کہ وہ ہمیں اپنے مفید مشوروں سے مستفید فرمائیں۔ یہ کہکر وہ بیٹھ گیا۔

لیپیکس:۔ معزز دوستو! آپ خوب واقف ہیں کہ مجھے پولیٹیکل معاملات اور سیاسیات سے بہت کم تعلق رہا ہے اور میں زمانہ ماضی میں طبعاً پبلک میں

آنے سے گریز کرتا رہا ہوں۔ اور اب سے پیشتر میرے گھر کا تاریک گوشہ ہی میرے خیالات کا جولان گاہ رہا ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ میں خیالی دنیا میں ہی خوش رہتا ہوں۔ لیکن ملک کی موجودہ تباہی اور جفا پیشہ نیرو کی ستم شعاریوں نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ میں اپنے گوشۂ عافیت اور کنجِ عزلت سے باہر نکلوں۔ حقیقت حال یہ ہے کہ نیرو کے مظالم کی فہرست روز بروز طویل ہوتی جاتی ہے اور اُسکی زندگی ملک کے حق میں سمِّ قاتل سے کم نہیں۔ افسوس ہے کہ ہم نے شہزادہ برطانیکس کے حقوق کو نظر انداز کر کے شوربخت اور منحوس نیرو کی اطاعت اپنے لئے مایۂ ناز سمجھی۔ اور اب ہمیں اُس کا یہ انعام مل رہا ہے۔ کردی خویش آمدی پیش۔ ہم نے خود اپنے پاؤں پر کلہاڑا مارا۔ خود کردہ را علاجے نیست والا معاملہ ہے ہم نے اُسے منصف مزاج اور رحمدل سمجھ کر اپنے ملک کی باگ اُس کے ہاتھ میں دے دی تھی۔ مگر اُس نے اپنے افعال سے ثابت کر دکھایا کہ اُس جیسا سنگ دل اور ظالم انسان روئے زمین پر کوئی نہیں ہے۔ ظالم نے شہزادہ کو بلاوجہ قتل کرایا۔ ملکہ اوکٹیویہ اور خود اپنی والدہ ملکہ اگرپینا کا بلا سبب خون بہایا۔ شہر روم میں خود خوفناک آگ لگوائی اور بیچارے بے گناہ سیدھے سچے اور تارک الدنیا مسیحیوں پر اس کا جھوٹا الزام لگا کر وحشیانہ طریق سے اُن کی مشعلیں بنا کر جلا دیا۔ یہ کیسی ناقابل برداشت اور نفرت انگیز سزا ہے اور اُس کا یہ جرم کس قدر سنگین ہے کہ کرے خود سزا دے دوسروں کو۔ وہ سمجھتا ہے کہ ہم لوگ ان باتوں سے قطعی ناواقف ہیں۔ حالانکہ ہم سب کچھ جانتے ہیں۔ غالباً وہ شہنشاہ ہونے کی ہوا میں پھر کر اپنے سابق قیصروں کے نیک

انجاموں کو بھول گیا ہے۔ مگر اب ہم اُسے یاد دلا دینگے۔ ہاں دوستو! اب زیادہ
تاخیر کا موقع نہیں۔ اُٹھو۔ اور متفقہ طور سے کمرِ ہمت کو چست باندھ لو اور جس قدر بھی
جلد ممکن ہو نیرو کی شمعِ حیات کو گل کر دو۔

لیسینئیس شاعر اپنی تقریر ختم کر کے بیٹھ گیا۔

لیٹرانوس صدر جلسہ۔ اب سیریوُس تشریف لا کر ہمیں اپنے بیش قیمت
خیالات سے مستفیض فرمائیں +

سیریوُس معزز حاضرین جلسہ! اب نیرو کی ستم شعاریاں حد سے تجاوز کر گئی
ہیں اور اُس کے مُختلّ الطبع ہونے میں کوئی شک ہی نہیں رہا۔ عیاں را چہ بیاں
اگر نیرو کے ظلم آفریں کارناموں کی فہرست بنائی جائے تو کئی ہزار صفحات بھی کافی
نہیں ہو سکتے لیکن میں اس وقت آپ کی توجہ اُس آتش زدگیِ عظیم کے حادثہ ہوشربا کی
جانب منعطف کرانا چاہتا ہوں کہ جس کی وجہ سے ہمارے ہزارہا ہزار بھائی
تباہ ہو گئے۔ میں نے اِس حادثۂ جانکاہ اور سانحہ ہوشربا کی تحقیقات میں ایک طویل
مدت خرچ کی ہے اور بہت سے معلومات حاصل کرنے کے بعد اُن تمام واقعات
پر غور کرتا رہا ہوں اور ایک ایسے نتیجے پر پہنچ گیا ہوں جو نیرو کی کتابِ مظالم
میں ایک نئے باب کا اضافہ کرتا ہے مجھے اِس امر کا کامل یقین ہو گیا ہے
اور ایسی معتبر شہادتیں میرے پاس موجود ہیں کہ جن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ
واقعی نیرو ہی نے خود شہر میں آگ لگوائی تھی اور شہر کو دقفِ نار ہوتے دیکھ کر
فرطِ مسرت سے ربیط بجاتا اور ناچتا تھا اور لوگوں نے جن اشخاص کو آگ لگاتے
ہوئے گرفتار کیا تھا اُن کو افشائے راز کے خوف سے چپکے چھوڑ دیا اور

بے چارے ناکردہ گناہ۔ بالکل بے قصور اور راستباز پاکیزہ وبے عیب مسیحیوں پر الٹا جھوٹا الزام لگا دیا اور اُن کو نہایت ہی سنسنی خیز اور حیرت انگیز جابرانہ طور سے ہلاک کیا۔ انسانوں کو درندہ جانوروں کے بھیس میں تبدیل کر کے اُن پر بھوکے کتوں کو چھوڑنا اور پھر رال اور تیل سے بھیگی ہوئی پوشاک پہنا کر اور اُن کی مشعلیں بنا کر مبلہ پر اغاں قائم کرنا حد درجہ کی سفاکی اور شقاوتِ قلبی ہے یہ شہنشاہ جو رعیت کا باپ کہلاتا ہے اگر ایسی حرکاتِ مذموم و ناشائستہ کا مرتکب ہو تو اُس کو کس لقب سے ملقب کیا جا سکتا ہے۔ میری دانست میں ہم اس کو انسان بھی نہیں کہہ سکتے۔ پس ہمیں ایسے ظالم اور منحوس شہنشاہ کی ضرورت نہیں۔ اس کا کام تمام ہی کر دینا چاہئیے۔

اس تقریر کے ختم ہونے پر تمام حاضرین جلسہ نے کنفقہ آواز سے نیرو پر لعنت بھیجی

اسکیونیوس:۔ کیا واقعی آپ کو اس بات کا یقین ہے؟ کہ اُس نے ایسا ہی کیا ہے؟

سیرکوس:۔ بے شک و بے شبہ مجھے کامل یقین ہے اور میرے پاس اس امر کا کافی ثبوت ہے۔ اور اس وقت میں اپنے ایمان اور ضمیر کی رُو سے کہتا ہوں۔ اب آپ صاحبان غور فرمائیں کہ شہر میں آگ لگوا دینا بجائے خود ایک نہایت شرمناک ظلم اور حد درجہ کی سفاکی ہے اور پھر بے گناہوں پر فرضی جرم لگا کر انہیں شرمناک. نفرت آگیں اور سخت ترین سزا دینا ظلم پر ظلم ہے آپ لوگوں کے دلوں میں یہ سوال قدرتی طور پر پیدا ہوا ہوگا کہ نیرو نے ایسا کیوں کیا؟ یہ ایک راز ہے۔ اور میں اُس کا انکشاف کئے دیتا

ہوں۔ اصل بات یہ تھی کہ نیرو کی مدت سے دلی آرزو تھی کہ وہ اپنے لئے وسط شہر میں ایک عالیشان محل بنوائے۔ ظاہر ہے کہ وہاں کوئی جگہ نہ تھی پھر محل بنتا تو کہاں بنتا؟ اگر وہ علانیہ طور پر لوگوں کے مکانات اور منادر مسمار کراتا تو عام شورش ہو جاتی۔ اس لئے اُس نے یہی طریقہ اختیار کیا کہ شہر میں آگ لگا دی جائے تاکہ کافی جگہ مل سکے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ اُس نے عین اُسی مقام پر اپنی مرضی کے مطابق محلاتِ شاہی اور سیرگاہوں کی تعمیرات کا کام شروع کرا دیا ہوا ہے۔ آہ! یہ کتنا بڑا ظلم ہے۔ ایسی مکاری۔ اتنا فریب اتنی دراز دستی؟

اب تک عوام الناس اُس کے دستِ تظلّم سے بچے ہوئے تھے۔ صرف امراء ہی اُس کے ظلم کا تختۂ مشق بنے ہوئے تھے۔ مگر اس دل کو ہلا دینے والے واقعہ نے ثابت کر دیا کہ وہ کسی کا بھی دوست نہیں اور سب کو تلوار کی گھاٹ اُتارنا چاہتا ہے۔ ہاں دوستو! اب لازمی امر ہے کہ جلد سے جلد اُس سے انتقام لیا جائے۔

میں آپ صاحبان کو یہ بتا دینا بھی اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ جدید محل اور سیرگاہ کی تعمیر اُس روپیہ سے ہو رہی ہو جو صوبجات ملحقہ کے کاشتکاروں زمینداروں اور ساہوکاروں سے جبراً وصول کیا گیا ہے۔

اسکیونوس:۔ توبہ توبہ۔ اس ظلم کی بھی کوئی حد ہے۔ یارو جلد سے جلد اس ظالم کا سر قلم کر دینا چاہئے۔

لیبنیس۔ واقعی یہ صلاح درست ہے۔

فینیوس:۔ نیرو کو بہت جلد صفحۂ ہستی سے مٹا دینا چاہئے۔ ایسا ظالم شخص زندہ رہنے کا ہرگز حق نہیں رکھتا۔

نیٹالیس:۔ میں اس کے علاوہ یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ نیرو مسلمّہ ظالم ہے وہ شہنشاہ نہیں۔ بلکہ بربط نواز، تھیٹر کا ایکٹر۔ ایک گویا اور مُغنیا گر اور یکتا بھانڈ ہے۔ وہ بھانڈ پنے سے ملک پر حکمرانی کر رہا ہے۔ اس کو انصاف اور بے انصافی سے کیا مطلب؟ اور اُس کا مشیر خاص ٹگیلینوس اور اُس کا آزاد شدہ غلام ہیلی اُس سے بھی بڑے فتنہ زا اشخاص ہیں اُن کو بھی نگاہ میں رکھنا چاہئے۔ مجالس شوریٰ محض بوسیدہ شرفا اور ابن الوقت ساہوکاروں کی جماعت ہے۔ پس نیرو کے قتل کرنے کے بعد ورجنیس۔ گالبا۔ حکیم سنیکا۔ گلپرنیوس میں سے کوئی شخص شہنشاہ مقرر کرنے کے لئے انتخاب کر لینا چاہئے۔

اس تقریر کے بعد اُس جماعت نے آپس میں مشورہ کیا کہ کس ترکیب سے نیرو کو قتل کیا جائے۔ اس بحث و پرچہ کے بعد جلسہ برخاست ہو گیا اور تمام اشخاص نے اپنے گھروں کا راستہ لیا۔

بابِ ہژدہم

جَزَاءُ السَّیِّئَۃِ سَیِّئَۃٌ مِثْلُھَا

نیرو کی ظلم پسندی اول اول تو محدود رہی۔ مگر بالآخر وہ بہت وُسعت پذیر ہو گئی اور اُس کی عادات اور اخلاق میں حیرت انگیز انقلاب واقع

ہوگیا جس کی وجہ سے روم کی تمام رعایا اُس کے برخلاف ہوگئی حتیٰ کہ خاص
دارالسلطنت میں اُس کے برخلاف ایک متفقہ جماعت اُٹھ کھڑی ہوئی۔
جماعت مذکورہ نے بہت غور و فکر کے بعد فتوےٰ دیدیا کہ نیرو کو قتل کر دینا چاہیے
اور اس اہم کام کا بیڑا نیرو کے خاص دوست ہی نے اُٹھایا۔ جس کا نام پیسو
تھا۔ مگر افسوس ہے کہ یہ سازش قبل از وقت طشت از بام ہوگئی۔ ملیکس نے جو
اسکیونیوس کا ایک آزاد شدہ غلام تھا۔ اپنی بیوی کی ترغیب سے نیرو کے پاس
جا کر مخبری کر دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس پارٹی کے تمام شرکاء ماخوذ کر لئے گئے اور
نیرو نے بلا تحقیقات سب کے حلقوم کو شمشیر آبدار سے آشنا کیا۔ اس کے علاوہ
نیرو نے اپنے اُستادِ شفیق سنیکا حکیم کو بھی اسی سازش کے جرم میں ہلاک کیا۔ ان
محبانِ وطن اور شہیدانِ قوم کی قربانی نے اور خون ریزی نے تمام ملک میں نیرو
کے برخلاف دشمنی کی تخم ریزی کی۔ ہر ایک رُوح انتقام لینے اور ایسے جابر حکمران
کے پنجۂ ظلم سے رستگاری اور آزادی حاصل کرنے کے لئے پھڑک اُٹھی۔ نیرو
نے تو اُن لوگوں کو قتل کر کے اپنا رُعب قائم کرنا چاہا تھا مگر رعیت کے دلوں
میں اُس کی جانب سے اور بھی زیادہ نفرت کا جذبہ پیدا ہوگیا اور یہ آگ اندر
ہی اندر سلگتی اور بڑھتی ہی چلی گئی۔ فرانس نے بھی آزادی کے لئے اپنے
ہاتھ پاؤں مارے۔ فرانس کی سپاہ نے ونڈیکس کی سرکردگی میں علم بغاوت
بلند کیا۔ اوّل ہی اول یہ بغاوت بہت خوفناک اور خطرناک معلوم نہیں ہوتی
تھی۔ قیصر نیرو کی عمر اس وقت اکتیس سال کی تھی اور کسی شخص کو اس امر
کی ہرگز توقع نہ تھی کہ لوگوں کو ان سخت آفات و بلیات سے جو آئے دن

اُن پر نازل ہوتی رہتی تھیں اس قدر جلد نجات ملجائیگی۔ لوگوں کا عام خیال تھا کہ پہلے قیصروں کے عہدِ حکومت میں بھی بہت سی بغاوتیں اور پُر زور ہنگامے ہُوا کئے ہیں۔ لیکن سلطنت میں کسی قسم کا انقلاب واقع نہیں ہُوا۔

نیرو نے استمالتِ قلوبِ خلائق کی خاطر نیپلز کا سفر اختیار کیا۔ اور نیپلز کے ایک ناچ گھر میں ایکٹر بن کر وہاں کے لوگوں کو تماشا دکھایا۔ گویا اس طریق سے لوگوں کا دل مُٹھی میں لینا چاہا پھر وہ وہاں سے یونان پہنچا اور اہلِ یونان نے اُسے ایکٹروں کا سرتاج تصور کر کے تاج پیش کیا جس کے صلہ میں یونانیوں کو اُس نے چند مراعات دیں۔

روم کے تمام علاقوں اور صوبجات میں کسی شخص کو بھی اپنی جان و مال کی حفاظت کا یقین نہ تھا۔ انسانی شان و شوکت۔ جاہ و تجمل۔ نیکی اور اخلاقی خوبی دُنیا سے طہارت کر چکی تھی۔ خاندانی تعلقات میں فرق آگیا تھا۔ ہر طرف فسق و فجور۔ شیطنت۔ عیاشی۔ اوباشی۔ مکروفریب اور بدافعالیوں اور زشت اعمالیوں کا بازار گرم تھا اور بُت پرستی کے ساتھ شرمناک رسومات کا از حد زور ہو گیا تھا۔ عورت کی قدر پُرانی جوتی سے بھی کم تھی۔ جن لوگوں کا وقار گھٹ گیا تھا۔ اُن کو کسی بات کی توقع رکھنے کی بھی جُرأت نہ ہوتی تھی۔ یونان سے روم میں خبر پہنچی کہ نیرو نے ہزاروں اعزازی نشان جیتے اور صدہا بازیوں میں گوئے سبقت لے گیا۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ دُنیا صرف عیش و عشرت گشت و خون اور سوانگ اور تماشے کرنے کا مقام ہے۔ لوگوں کی یہ رائے تھی کہ اب نیکی۔ جوانمردی۔ مردانگی۔ پاکیزگی کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ اور رقص و

سرود، عیاشی و داد باشی اور کشت و خون کا زمانہ آگیا ہے۔ اور مستقبل میں لوگوں کی زندگی کا مدعا یہی باتیں ہونگی۔

نیرو نے یونان میں بھی اپنی خبثِ باطنی کے جوہر دکھائے۔ اس لئے یونانی بھی اس کے دستِ تظلم سے نالاں ہوئے۔ اُس نے مندروں کو لوٹ لیا اور لوگوں سے جبراً ٹیکس وصول کیا اور انواع و اقسام کے حیلوں سے دستِ تطاول دراز کر کے اُن کو لوٹ لیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یونان میں بھی ایک ایسی جماعت پیدا ہو گئی جس کا خاص مقصد انقلابِ حکومت اور نیرو کی زندگی کا جلد سے جلد خاتمہ کرنا تھا اور اس طرح جو آتشِ بغاوت صرف دارالسلطنت روم میں بھڑکی ہوئی تھی وہ تمام ممالک محروسہ اور ملحقہ و متصلہ صوبجات میں بسرعت تمام پھیل گئی۔ یونان کی بغاوت نے قیصر نیرو کے لئے لوٹ کھسوٹ کا نیا میدان کھول دیا اور اُس نے خوب ہی لوٹ کے مال سے اپنے ہاتھ رنگے۔ اُسے فرانس کی سپاہ کی بغاوت کا جو ونڈیکس کی سرکردگی میں ہو رہی تھی مطلق پروا نہ تھی اور بغاوت کے ہونے ساتھ اُس کی مسرت۔ غفلت۔ عیاشی ظلم اور خوش باشی میں ہرگز کمی واقع نہیں ہوئی۔ وہ اخیا (یونان) کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا لیکن جب ہیلیئیس اور پولیتھیٹس نے (جنکو وہ اپنے پیچھے، رومیوں کی حکمرانی تفویض کر گیا تھا اور وہ یہاں نیرو سے بھی زیادہ ظلم اور جبر کر رہے تھے) اس کے پاس خبر بھیجی۔ کہ "اگر آپ جلد یہاں آئینگے۔ تو آپ کی غیر حاضری اور مزید تاخیر کی وجہ سے آپ کی حکومت آپ کے ہاتھ سے نکل جائیگی"۔ اُس وقت وہ مجبوراً نیپلز کی طرف روانہ ہوا۔ یہاں بھی آکر وہ حسبِ معمول رقص و سرود اور شعر و

شاعری میں مستغرق رہا۔ اور اُس نے اُن پُرخطر باتوں کی کچھ بھی پروا نہ کی ٹیگیلینوس نے نیرو کو متنبہ کیا کہ فوج نے جو ہنگامے اور بغاوتیں پہلے قیصروں کے عہدِ حکومت میں کی تھیں اُن میں باغیوں کی پُشت پر کوئی نہ تھا۔ لیکن اس بغاوت کا سرغنہ اکوئیٹیانیا کے قدیم حکمران خاندان کی اولاد میں سے ایک شخص ہے جو بڑا نامور، شجاع تجربہ کار، سکار دان اور جانباز مردِ کارزار ہے۔ مگر نیرو کے دل پر اس نصیحت نے ذرا بھی اثر نہ کیا۔ سچ ہے کہ

محلِ قابل وآنگہ نصیحتِ قائل — چو گوشِ ہوش نباشد چہ سود حسنِ مقال

نصیحت ہمہ عالم چو باد در قفس است — بگوشِ مردمِ ناداں و آب در غربال

اور یہ مقولہ بھی بالکل سچ اور راست ہے کہ نرود میخ آہنی در سنگ بجائے اس کے کہ نیرو اس کی نیک صلاح پر کاربند ہوتا اُس نے نہایت ترش رو اور برہم ہو کر جواب دیا کہ یہاں کے اشخاص میرے سوانگوں اور اشعار اور گانے کو کمال دلچسپی کے ساتھ سنتے ہیں۔ صرف انہی لوگوں کو میرا گانا بجانا پسند آتا ہے اور قدر کرتے ہیں میرا فرض کلی یہی ہے کہ شعر گوئی اور موسیقی اور رقص میں سب سے سبقت لے جاؤں۔ لیکن جب نیرو نے یہ سُنا کہ ونڈیکس نے اُسے ایک خراب ہنگ بند شاعر، خنیاگر، نقال اور بہروپیا بتایا ہے تو وہ ایسا گرمایا جیسے چولہے پر پانی چھڑک دیا۔ اُٹھا اور سیدھا روم کی طرف روانہ ہو گیا۔ پیٹرونیوس نے جو جو زخم اُس کی نفس پرستی اور عیاشی پر لگائے تھے وہ از سرِ نو ہرے ہو گئے اب اُسے فکر پیدا ہوئی کہ اس نہایت ہی قبیح اور مذموم الزام کا انصاف سینیٹ سے کرانا چاہیے۔

اسی عرصہ میں۔ جرمنی۔ نے بھی رومیوں کی ناپاک حکومت کے خلاف
بغاوت کی۔ اور انہوں نے اپنی جمہوری سلطنت قائم کر لی۔ اسی طرح دیگر صوبہ جات
میں بھی بغاوت کے شعلے بھڑک اٹھے۔ اور خرمنِ امن و امان کو بھسم کرنے لگے۔
مگر اب بھی وقت تھا کہ نیرو خواب غفلت سے بیدار ہو جائے اور اپنے ظلم و
ستم سے باز آ جائے۔ مگر اُس کی تقدیر کچھ اور ہی کہتی تھی۔ اسی شام کو شہر روم
کے معابد کی دیواروں اور ستونوں پر ایسے اعلان دیکھے گئے کہ جن میں نیرو کے
گناہوں اور بدکرداریوں اور ظلم و ستم کا مفصل ذکر کر کے اُس کو دل بھر کے
کوسا گیا تھا۔ اور اُس کو سخت دھمکی اور تہدید دی گئی تھی اور صاف لکھ دیا
گیا تھا کہ عنقریب وہ ان سب بداعمالیوں اور شرارتوں کا بدلہ پائیگا۔ اور ساتھ
ہی اُس کی شاعری اور موسیقی کی سخت ہجو اور توہین کی گئی تھی۔

تمام شہر میں ایسی خوفناک افواہیں اور خبریں پھیل رہی تھیں کہ قیصر کے حامیوں
اور اپنا اُلّو سیدھا کرنے والے نیرو کی خیرخواہوں یعنی ٹگیلینوس ہیلیئس۔ اور
پولیتھیٹس کے دلوں پر بھی دہشت اور خوف طاری ہو گیا۔ وہ اسی خیال میں شب و
روز مستغرق رہتے تھے۔ کہ دیکھئے اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ مگر سنگ دل اور
شقی القلب نیرو ایسی شورش اور فتنہ و فساد کی آتش بھڑکتی دیکھ کر بھی بیدار نہ
ہوا اور ہوش میں نہ آیا۔ وہ الاّر اسی مزاج اور اوندھی کھوپڑی کا شخص تھا
وہ حد درجہ کی بے حیائی اور بے شرمی کا جامہ پہنے ہوئے تھا۔ وہ رئیس
پر باد، گرم و تلخ مزاج اور لبِ کی گانٹھ تو تھا ہی۔ مگر ٹگیلینوس، ہیلیئس
اور پولیتھیٹس کی بدصحبت نے ایک کریلا دوسرے نیم چڑھا بنا دیا تھا۔ انہی

اشخاص کی مہربانیوں اور عنایتوں کی بدولت سلطنت بھر میں اندھا دُھند پیچ رہا تھا اور لوگ انگاروں پر لوٹ رہے تھے اور کسی پہلو چین نہ تھا۔

نیرو شب و روز تھیٹر اور رقص و سرود اور روپیہ وصار نے کے کاموں میں مشغول و مصروف رہتا تھا۔ اُسے صرف نئے نئے باجوں سے دلچسپی تھی۔ روز مرہ ایک نئے موزیکان کے تجربات کئے جاتے تھے جو کہ پانی سے بجتا تھا۔ اُس میں مثلِ طفلان خُرد سال کچھ بھی غور و فکر کا مادہ باقی نہ رہ گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ تمام آئندہ خطرات کو اپنے گوناگوں تماشوں۔ تماکشتوں اور کھیلوں سے دُور کر دینے کی پُوری قدرت رکھتا ہے۔ مگر اب اس کے تمام کاموں میں اور بھی زیادہ ابتری در بھی پیدا ہوتی جاتی تھی۔ وہ ہر روز ہزاروں نئے نئے منصوبے گانٹھتا اور تجاویز سوچتا تھا۔ کبھی وہ آئندہ خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جاتا اور حکم دیتا تھا کہ اُس کی بانسلیوں اور باجوں کا گٹھا باندھ کر رکھ دو۔ اور میری نوجوان پری بیکر۔ ماہ طلعت لونڈیاں بہادر مردوں کی طرح مسلح ہو جائیں اور کبھی مشرقی ممالک کی سپاہ کی طلبی کا حکم نافذ کرتا تھا۔ پھر خیال کرتا کہ یہ سب فضول ہے۔ میں تمام باغی فوج کو جنگ سے نہیں بلکہ صرف قوتِ سماع اور راگ و رنگ سے فتح کر سکتا ہوں اور جب وہ اپنے خیال میں سپاہیوں کو صرف راگ و رنگ سے زیر کر لینے والے تماشوں کا افسوں پھونکتا تھا تو دل ہی دل میں ہنستا اور خیال کرتا تھا کہ وہ میرے دلچسپ اور دلاویز راگوں کو سُن کر اپنی بغاوتوں سے توبہ کرتے اور آنسو بہاتے ہوئے میرے گرد پیش ہو جائیں گے۔ اور میں پھر ان کو ایک فتح کا راگ سناؤں گا کہ جس کے بعد میرے اور سلطنت

روم کے لیئے ایک نئی خوش اقبالی کا دَور دورہ شروع ہو جائیگا - اور میرے
تمام گذشتہ عیوب اور آثام پر پردہ پڑ جائیگا - کبھی اُس کو کشت و خون -
قتل و غارت کی تمنائیں ستاتی تھیں - کبھی وہ بے خود ہو کر اعلان کرتا تھا کہ ملک
مصر میرے لیئے رہنے دو - صرف اسی ملک سے میری تمام خواہشیں رفع ہو سکتی
ہیں - کبھی وہ فال گیروں - نجومیوں - جوتشیوں اور رمالوں کو طلب کرتا تھا - کہ
جنہوں نے اُس کو یروسلم کی حکمرانی کی توقع دلائی تھی - اور کبھی وہ اس خیال
کے آنے پر دفعتہً رونے چلانے لگتا تھا کہ اگر کچھ بھی نہ ہوا تو کم از کم مجھے ایک
گداگر گویئے کی صورت میں روزی مل جایا کریگی اور دُور دست ملکوں اور
شہروں میں میری عزت و توقیر حد سے زیادہ ہوگی - گو میری قدر و منزلت ایک
قیصر کی حیثیت سے نہ ہوگی جو کہ دُنیا کا حکمران ہے - بلکہ ایک شاعر کی حیثیت سے
جس کا ثانی دنیا کے پردے میں ناپید ہے - غرضیکہ نیرو اسی طرح اِدھر غیظ و غضب
دکھاتا اور مارے غصہ کے آنکھیں لال پیلی کرتا - ہاتھ پاؤں پٹکتا - رُوپیہ بکھیرتا
گاتا بجاتا - ہر دم اور ہر لحظہ اپنی تجویزوں کو ادلتا بدلتا - چیختا چلاتا - روتا پیٹتا
اور کشت و خون کرتا رہا - اور اُدھر مغربی ممالک میں روز بروز پولیٹکل اور سیاسی
مطلع بالکل سیاہ و تاریک ہوتا چلا گیا اور آئے دن جا بجا بغاوتیں زور پکڑتی
اور وسعت اختیار کرتی چلی جا رہی تھیں -

مگر جب دفعتہً خبر آئی کہ گالیا کی تمام فوج اور ہسپانیہ بھی بغاوت میں شریک
ہو گیا ہے تو نیرو غصہ کے مارے دیوانہ ہو گیا - اُس نے دعوت کے جلسہ
میں شراب کی صراحیاں پٹک کر چور چار کر دیں - دسترخوان اُلٹ دیئے

اور اُس نے طیش میں بھر کر ایک ایسا حکم دیا کہ جس کی تعمیل نہ تو ہیلیئیس اور نہ ٹیگیلینوس ہی کر سکا۔ حکم یہ تھا کہ جتنے فرانسیسی اور ہسپانوی اور اہل جرمن روم میں بستے ہیں تہِ تیغ کر دیئے جائیں۔ اور سلطنتِ روم کا پایۂ تخت سکندریہ مقرر کر دیا جائے۔" اب اس کے زور۔ اختیار اور اقتدار کا زمانہ ختم ہو چکا تھا اور اب اس کی دراز دستیوں اور اس کے احکام کی تعمیل کرنے والے بھی اُسے دیوانہ سمجھنے لگے تھے۔ چند دنوں بعد ژنڈیکس کی وفات اور باغی فوج میں نفاق پھیلنے کی خبر آئی۔ جس سے نیرو کا خفتہ بخت پھر رائے نام بیدار ہو گیا۔ نئی دعوتوں اور نئے جشنوں کے لیے احکام جاری کئے گئے۔ روم میں سزا دہی کے فتاوٰی جاری کئے گئے۔ اب وہ وقت آگیا کہ روم کے تمام باشندے نیرو سے بدرجۂ غایت تنگ آ چکے ہیں۔ حتیٰ کہ وزرائے سلطنت بھی اُسکی جان کے دشمن ہو گئے۔

اُدھر صوبہ جات میں سے سپین نے بھی کچھ عرصہ سے علمِ بغاوت بلند کر رکھا تھا۔ آخر کار وہاں کے لوگوں نے گالبا کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔

اور اسی طرح جرمنی میں وٹیلیئیس کو لوگوں نے اپنا شہنشاہ بنا لیا۔

اِدھر روم کی وزارت اور سینیٹ کو اِن سب باتوں کی اطلاع ہوئی۔ اطالیہ والوں نے اوتھو کو قیصر بنانے کا جھٹ پٹ اعلان کر دیا۔ اور ساتھ ہی نیرو کے قتل کا فتوٰی بھی صادر کر دیا چنانچہ ایک زبردست فوجی دستہ اُسکی گرفتاری کے لئے روانہ کیا گیا۔

اُس وقت جبکہ نیرو خوابِ راحت میں پڑا خراٹے مار رہا تھا۔ ایک قاصد جس کا گھوڑا پسینہ پسینہ ہو رہا تھا یہ وحشتناک خبر لے کر آیا اور اُس نے یہ بھی بتایا کہ شہر میں سپاہیوں نے علمِ بغاوت بلند کر کے اوتھو کے قیصر ہونے کا اعلان کر دیا ہے۔ نیرو کو سالاتِ محافظ نے اُسی وقت بیدار کر کے یہ خبر سُنا دی۔ اس پر اُس نے حکم دیا کہ

گار دجوراث کو اُس کی خوابگاہ پر پہرہ دیتی رہی ہے تیار کی جائے۔ مگر کسی نے التفات
نہ کی اور کسی نے اُس کے حکم کی ذرا بھی پروا نہ کی۔ دارا سے شیونات اپنے قسمتوں کو
تیار فوراً وہاں سے چلاتا رہا۔ محل خالی تھا۔ صرف غلام ہی رہ گئے تھے اور وہ اس کوشش
میں لگے ہوئے تھے کہ شاہی محل سے جو کچھ مل جائے لیکر چلتے بنیں لیکن وہ ٹمی نیرو کی
ڈراونی اور خوفناک صورت دیکھ کر ڈر کے مارے وہاں سے فرار ہو گئے۔ وہ
وسطی ایوان میں پھرتا اور ان کو خوفناک و مایوسانہ چیخوں سے ڈرتا تھا۔ آخرکار اس کے
آزاد غلاموں سے حاضر ہو کر کہا کہ بہتر یہی ہے کہ آپ فوراً یہاں سے جان سلامت لیکر
بھاگ جائیں کیونکہ وقت بہت کم رہ گیا ہے۔ سپاہی آپ کی گرفتاری کے لئے مار مار چلے
آ رہے ہیں۔ مگر وہ لیت و لعل کرتا رہا اور اس اُمید میں تھا کہ اگر وہ سینیٹ سے اپیل کرے
تو کیا وہ میری گریہ وزاری اور آہ و واویلا پر التفات نہ کریگی؟ اور کیا مجھے کم از کم مصر کی
گورنری بھی نہ دیگی؟

غلام جو خوشامد اور تملق کے عادی تھے۔ اب بھی اُس کی مخالفت نہ کر سکے۔ مگر وہ پھر بھی
پکار اٹھے کہ صدر عدالت اور سینیٹ تک پہنچنے سے پہلے ہی باغی آپ کے گریبان میں ہاتھ
ڈال کر تکا بوٹی کر ڈالینگے۔ پس اگر آپ فی الفور گھوڑے پر سوار ہو کر محل سے فرار نہ ہو جائینگے
تو ہم بھی آپ کو چھوڑ کر چلے جائینگے۔ اس کے بعد ایک آزاد غلام نے اُسے اپنے گاؤں
میں پناہ دینے کا وعدہ کیا۔ جو کہ قریباً چار میل کے فاصلہ پر تھا اور وہ اپنے غلاموں
کے ساتھ بڑی بے قراری اور پریشانی کی حالت میں گھوڑے پر سوار ہو کر چل کھڑا ہوا
کیا مقام عبرت ہے کہ ایک ایسا شخص جو شہنشاہ ہو اور جس کے قبضہ اقتدار
میں کروڑہا کروڑ اشخاص کی جانیں ہوں وہ حد درجہ کا بےبس ہو کر اپنی جان بچانے

کے لئے اپنے ایک ذلیل اور کم قدر غلام کے گھر میں پناہ لینے کی التجا کرے!!!

اب وہ وقت تھا کہ کاروانِ صُبح منزل شب طے کر چکا تھا اور آسمان پر عاملِ شب کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا اور گلشنِ فلک سے باغبانِ صبح نے ستاروں کے پھول چن لئے تھے اور شاخِ کہکشاں سے نجوم کے غنچے مرجھا کر گر رہے تھے اور نورِ سحر نے شہزادیٔ مشکیں نسب کے رُخ سے نقابِ سیاہ اُلٹ دی تھی اور افقِ مشرق سے نشانِ صبح ہویدا ہونے کو تھا۔ شہر کی سڑکوں اور گلی کوچوں میں باغی سپاہی چلنے پھرنے لگ گئے تھے۔ جب نیرو گورتِ شاہی کے قریب پہنچا تو اُس کا مشکیں گھوڑا ایک نعش کو دیکھ کر بھڑک اُٹھا اور بہت بدکا۔ اس آفت میں وہ چادر جس سے نیرو نے اپنا چہرہ چھپایا ہوا تھا سرک گئی۔ ایک سپاہی نے اُسے شناخت کر لیا اور اُسے اچانک وہاں دیکھ کر گھبرا سا گیا۔ لیکن پھر جھٹ مطمئن ہو کر فوجی سلامی اُتاری۔ لشکر کے عین متصل پہنچکر اُس نے وہ ہمہمہ سُنا جو نئے شہنشاہ کی تحسین و آفرین کے بارے میں تھا۔ ان پُر جوش نعروں سے اُس کے دل پر سخت خوف طاری ہوا۔ آخر کار نیرو اُس آزاد غلام کے گاؤں میں جا پہنچا۔

غلاموں نے اُسے مطلع کر دیا کہ اُس کی موت کا وقت قریب ہے۔ بلکہ آن ہی پہنچا ہے۔ نیرو نے اُن کو حکم دیا کہ ایک قبر کھودیں۔ وہ زمین پر چت لیٹ گیا تاکہ وہ قبر کا ناپ لے سکیں لیکن جب اُس نے قبر کھدتے ہوئے دیکھی تو سناٹے میں آ گیا۔ وہ غم کی زیادتی کی وجہ سے خود فراموشی کے عالم میں تھا۔ اُس کے تمام جسم میں سنسنی تھی اور تھر تھر کانپ رہا تھا۔ چہرہ فق تھا۔ منہ پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ اوسان خطا ہو رہے تھے۔ اُسکی رُوح جسدِ خاکی سے پرواز کرنے کو سخت بے قرار اور

بے چین تھی۔ ہاتھ پاؤں بے حس ہو رہے تھے۔ اُن میں نام کو سکت نہ تھی۔ ایک نشۂ حیرت و یاس اُس کی متوالی سرخ آنکھوں میں چھا رہا تھا۔ دہشت اور خوف نے اُس کا خون چوس لیا تھا چہرہ زعفران ریز ہو رہا تھا اور پیشانی عرق انفعال سے تر بتر تھی اور اس سے بڑی بڑی بوندیں اشکِ حسرت بنکر ٹپک رہی تھیں۔ دفعتہً وہ چلا اٹھا۔ ہائے ہائے۔ میرے شکستہ دل سے سائیں سائیں کی آوازیں آرہی ہیں۔ میرے تنفس میں حد درجہ کا ضیق ہے۔ میرے اعضاء اور جوارح جو کبھی میرے تابع فرمان تھے۔ اب مجھ سے سرکش ہوتے جاتے ہیں۔ قوتِ متخیلہ جواب دے رہی ہے۔ حواس بجا نہیں غرضیکہ زندگی کا ایک ایک لمحہ مجھ پر بارِ عظیم ہو رہا ہے۔

ہائے ہائے میں کیا کروں زندہ زمین میں دفن ہو جانا میری طاقت برداشت سے باہر ہے۔ اے میرے ہمدرد غلامو! تم مجھے زندہ جلا دو تو بہتر ہے۔ افسوس کہ آج کے دن کیسا اچھا شاعر اور گویا مرتا ہے۔ افسوس صد افسوس کہ میں نے نہ معلوم کتنی گردنیں بے گناہ اُڑائیں اور کتنے انسان بے خطا قتل کئے۔ آج اُن سب کا بار میری گردن پر ہے۔ مجھ سے زیادہ سنگ دل۔ مجھ سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا۔ میں نے محبت کو بدنام اور اُلفت کو رسوا کیا میں وہ ہوں کہ جس نے خوشرنگ پھول کو جو بے مثل تھا پاؤں سے مسلا۔ میں وہ کم بخت ہوں جس نے اُس حور شمائل ملکہ اوکٹیویہ جو حقیقت میں انسانیت۔ سیرت اور محبت کا بے نظیر مرقع تھی بے انسانی کی کُند چھری سے ذبح کیا۔ میں وہ منحوس شخص ہوں کہ جس کی صورت پر لعنت جس کی شکل پر پھٹکار۔ جس کی ہیئت پر ملامت برس رہی ہے۔ میں وہ سبز قدم ہوں کہ جس سے زمین کا ہر ایک ذرّہ جو مجھ کو دیکھتا ہے اور آسمان کا وہ حصہ جو میری آنکھوں کے سامنے ہے نفرت کر رہا ہے۔

اس دل میں اب زخم نہیں ناسور ہے۔ اس سر میں اب سودا نہیں آفت ہے۔ خجالت میرے پاس، ندامت میرے ساتھ ہے۔ ہائے بے گناہ، بے تقصیر ملکہ اوکٹیویہ کا خون میں نے بہایا۔ اس کا کہنا سچ نکلا کہ میرا خون رنگ لائیگا۔ افسوس واحسرتا میں نے ہزار ہا مسیحیوں کو بے درد اور ظلم اور بہائم سیرت ملکہ پوپیا کے کہنے سے بالکل بے جرم و خطا صلیب پر چڑھا دیا۔ مشعلیں بنا کر جلا دیا۔ کھالیں پہنا کر کتوں سے پھڑوا دیا۔ پولوس اور پطرس جیسے نیک بخت، بے گناہ، مقتدر پیشوایانِ دین مسیحی کو بلا قصور و جرم عدم آباد روانہ کیا۔ ہائے ہائے! میں نے وہ کون سی بدی ہے جو نہیں کی۔ میرا اعمالنامہ بالکل سیاہ ہے۔ ان سب بدافعالیوں کا بدلہ آج مل رہا ہے۔ یہ دنیا نہیں دار المکافات ہے جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ کاشکہ میں ملکہ اوکٹیویہ اور اپنی والدہ ملکہ اگریپنا کی بات اور نیک صلاحوں کو مان لیتا۔ تسلیم کر لیتا۔ قبول کر لیتا تو آج میرا یہ خوفناک انجام نہ ہوتا۔ ہائے وائے! اب کیا کروں؟

اسی اثنا میں ایک قاصد آیا اور اُس نے خبر دی کہ سینٹ نے فتوٰے دیدیا ہے کہ اُسے قدیم طریقہ کے مطابق سخت سزا دی جائے۔

نیرو۔ وہ سزا کس قسم کی ہے؟

اپیا فروڈیس۔ (آہستہ سے) وہ آپ کی گردن ایک شکنجہ میں رکھ دینگے اور پھر کوڑوں کی مار سے آپ کی جان بڑے سخت عذاب سے نکالینگے اور آپ کی نعش دریائے ٹائبر میں پھینک دینگے تاکہ مچھلیوں کا طعمہ بنے۔

یہ سُنکر نیرو نے اپنا سینہ کھول دیا اور آسمان کی طرف نگاہ کی اور کہا۔ ہاں یہ تو درست انصاف ہے۔ لیکن میرے اعمال کے مطابق بالکل ہلکی سزا ہے لیکن افسوس

کہ کیسا اچھا شاعر اور گویا مرتا ہے۔

اتنے میں گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ کوہارٹ سپاہیوں کو لیکر نیرو کو گرفتار کرنے کے لئے آرہا تھا۔

غلام (نیرو سے) حضور جلدی کریں دشمن سر پہ آگئے ہیں۔

نیرو نے جھٹ خنجر نکال کر اپنی گردن میں مارا۔ مگر تھوڑا سا گھسا تھا کہ ایپافروڈیس غلام نے جھٹ اُس کے ہاتھ کو زور سے دھکا دیدیا خنجر قبضہ تک اندر گھس گیا۔ نیرو کی آنکھیں باہر کو نکل آئیں۔

کوہارٹ۔ میں تجھے زندگی کی خبر دیتا ہوں۔

نیرو۔ (بھرائی ہوئی آواز سے) وہ وقت ہی نکل گیا اور ایک منٹ کے بعد پھر کہا کہ "کیا یہی تمہاری وفاداری ہے۔" اُس وقت اس کی گردن سے خون کے فوارے چل رہے تھے۔ اور وہ زمین پر پڑا ایڑیاں رگڑ رہا تھا۔ اور تھوڑی ہی دیر کے بعد اُس کا دم نکل گیا۔

الغرض اس طرح ایک ستم کوش اور جابر ہستی کا دنیا سے خاتمہ ہوگیا۔ جس نے مخلوقِ خدا پر قیامت خیز بجلیاں تڑپائیں اور اپنی رعیت کو ایک لمحہ بھی چین اور اطمینان سے بیٹھنے نہ دیا اور ان کو ضرر پہنچانے اور اُن کے جگر میں نشتر چبھونے میں کوشش کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اور جس نے عجب و رعونت کی ہوا پر چڑھ کر بے انصافیاں روا رکھنے کا مکروہ سلسلہ شروع کر رکھا تھا اور جس نے کبھی رعیت کی نگہبانی اور حفاظت اور اُن کی رفعِ تکالیف کا بھولے سے بھی خیال نہ کیا تھا اور نہ کبھی رعایا کے مجروح قلوب پر عنایت و شفقت کا مرہم رکھا تھا۔

قصہ کوتاہ لوگوں نے ایک نہایت ہی ظالم و خودغرض دنی اللہ بندہ ہوا و ہوس عیاش بے انصاف خونی شہنشاہ کے ظلم وستم اور دستِ تنظلم سے نجات حاصل کی۔ دوسرے دن اُس کے وفادار غلام ایکٹیا نے اُس کی نعش کو ایک کفن میں کفنا کر اور چتا پر رکھ کر جلا دیا۔

اس کے بعد سینٹ نے ہیلیئس اور پولتھیٹس اور ٹگیلینوس کو بھی گرفتار کر کے سخت ترین عبرتناک سزائیں دیکر قتل کرا دیا۔ اور اس طریق سے خدا نے شیطانوں کی شیطنت کا خاتمہ کیا

نیرو کے مرنے کے بعد سپاہیوں نے سپانیہ میں گالبا کو اطالیہ میں اوتھو کو اور جرمنی میں وٹیلیئس کو شہنشاہ مقرر کیا۔ لیکن آخرکار ولسپیشن تمام روم بھر کا واحد شہنشاہ ہو گیا۔ جس کا عہد حکومت نہایت ہی اعلیٰ تھا۔

تمت بالخیر

غلط نامہ

سطر	صفحہ	غلط	صحیح	سطر	صفحہ	غلط	صحیح
۷	۲	سٹھ	گٹھ	۱۸	۳۳	ذاست	فراست
۱۶	۶	میں	بھی	۱۷	۳۹	دوستی	دشمنی
۳	۷	ھلک	جھلک	۲	۴۱	بےجد	بے حد
۸	۹	ہر	× زائد ہے	۳	۴۱	چیھبتی	چُبھتی
۱۳	۹	بچیاں	پیچیاں	۵	۴۲	وہ	دو
۱	۱۳	صبنی	صبنی	۹	۴۳	سند	سدِ راہ
۱۱	۱۴	قیطیع	قطیع	۱۵	۴۴	زارزی	زاری
۱۴	۱۴	کینہ دوز	کینہ توز	۵	۴۵	دور	دُور
۱۹	۱۵	و	× زائد ہے	۸	۴۵	گئی	گئی
۱	۱۶	متجلی	مُتخلی	۱۳	۴۵	متقفی	منقضی
۱۵	۱۶	بکھول	مکھول	۱۴	۴۶	سردہ	پردہ
۸	۲۳	کنتے	گُنتے	۸	۴۶	پنڈا اتار نیا	پنڈا اتار دیا
۱۰	۲۶	چو	جو	۱۰	۴۷	انکور	انگور
۸	۲۷	اسکی حلاوت	اس حلاوت	۱۸	۴۷	کیلی	اکیلی
۱۳	۲۷	قبضے کروں	قبضے میں کر لوں	۱۸	۴۷	ٹمڑوں لوں	ٹمڑوں ٹوں
۵	۳۳	بی آئی	اسے ادنیا	۱۱	۴۸	بالِ تندرہ	تندرو

سطر	صفحہ	غلط	صحیح	سطر	صفحہ	غلط	صحیح
١٩	٤٨	بشکل	بمشکل	١٧	٧٢	نبیروایک	نبیروکاایک
١٤	٤٩	جسڑی	جھڑی	٢	٧٣	رنگت انگیز	رقت انگیز
١٨	٤٩	دور	دُرر	١٨	٧٥	کے مخصوص	کیلئے مخصوص
٥	٥٢	کی	کا	١٧	٧٩	آوات	آفات
١٩	٥٣	تاک	طاق	١٩	٨٠	ہم قاتل	سم قاتل
١٧	٥٤	ان	اس	١٧	٨٢	تین	میں
١٩	٥٤	مار	ناز	٦	٨٧	کے	کو
٧	٥٥	کی	کے	١٤	٨٩	گاوزار	گلعذار
١٩	٦٢	لو	کو		٩٠	جاذں ہی	جانوں ہی
٨	٦٤	کردو	کردہ	١٩	٩٠	سیاہ	سیاہ
١١	٦٤	نوار	نوائر	١١	٩٥	منفرمے	مُتقدمے
١٦	٦٤	مہوت	مبہوت	٧	٩٩	شہنشاہ دوم	شہنشاہ روم
٩	٦٥	ان کی	اُن لوگوں کی	١٩	١٠١	عینرائیں	سترائیں
١٠	٦٦	بچ سکتے	بچ نہیں سکتے	٣	١٠٤	سانسر	سانس
١٧	٦٦	عُمدہ	عمداً	١٣	١٠٤	تھتے	تھی
١١	٧٠	اس مصیبت	اُسکی مصیبت	١٩	١٠٥	قائہ	قائد
٤	٧١	ساتھ اپنی	ساتھ ہی اپنی	١٥	١١٣	مسیح	مسبح
١٧	٧١	نقل سوتی ہی	نقل ہوتی ہے	٥	١١٤	جو کلیسیا میں بیٹے	جو کلیسیا میں بیٹھے
١٥	٧٢	ر	و			قائم کردی ہیں اور	قائم کردی ہیں